www.urdufanz.com

بیس سال بعد

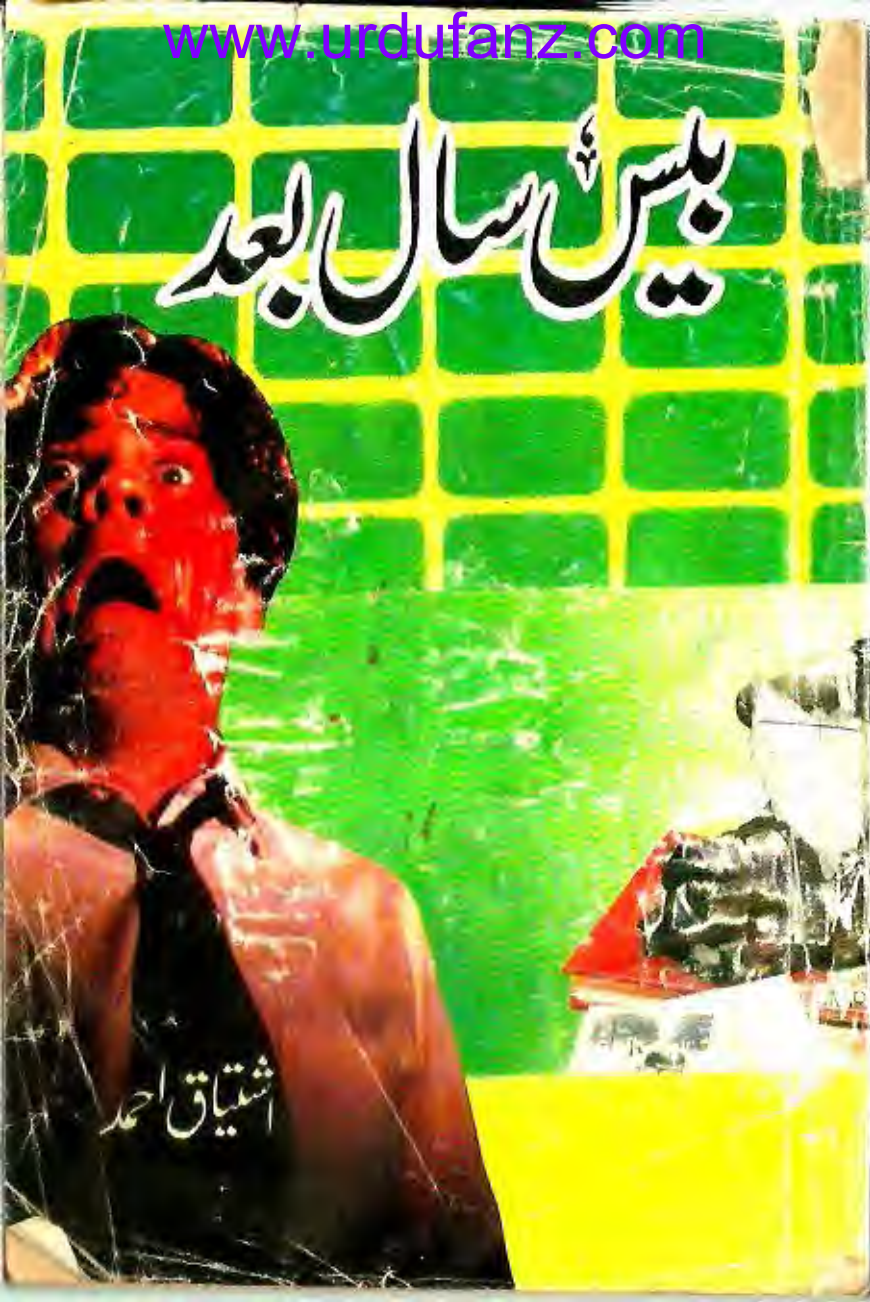

اشتیاق احمد

www.urdufanz.com

Muzamil's Library
MUZAMAL AHMAD
Megestrate Colony H/No.1,
GUJRANWALA.

محمود، فاروق، فرزانہ
اور — انسپکٹر جمشید سیریز ۲۵

بیس سال بعد

اشتیاق احمد

www.urdufanz.com

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام ناول ——— بیس سال بعد
طابع ——— اشتیاق احمد
کتابت ——— سعید نامدار
سرورق ——— طاہر ایس ملک
قانونی مشیر ——— شمیم احمد ایڈووکیٹ
مطبع ——— عظیم علیم پرنٹرز
قیمت ——— دس روپے

اشتیاق پبلی کیشنز
۹/۱۲ نصیر آباد ——— مسلم پورہ ——— سانده کلاں ——— لاہور
فون نمبر: 321537

حدیث شریف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرد انصاری کے پاس تشریف لائے۔ اُس نے چھری لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جانور ذبح کرنے کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دودھ والی ذبح نہ کرنا۔

(یعنی دودھ والے جانور کا بلا عذر ذبح کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ دودھ سے بہتوں کو فائدہ ہو سکتا ہے بہت دنوں تک۔ اور گوشت کھا لینے میں یہ فائدہ جاتا رہے گا)

سنن ابن ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۲۸، حدیث نمبر ۹۳

www.urdufanz.com

دو باتیں

السلام علیکم! میں ان دنوں آپ کے مشوروں کی لپیٹ میں ہوں، یوں لگتا ہے، مشوروں کا ایک طوفان ہے جس نے مکتبۂ اشتیاق کا رُخ کر لیا ہے، ڈر ہے مشوروں کا یہ طوفان مجھے بہا نہ لے جائے، یوں بھی ہلکا پھلکا ٹھہرا، مشوروں کے علاوہ ایک بلا خطوط کا ہے، ہر خط لکھنے والا شدت سے اس بات کا خواہش مند ہے کہ اسے اس کے خط کا جواب ضرور ملے، ذرا یہ بھی تو سوچیں کہ آپ کو تو صرف ایک خط لکھنا پڑا ہے اور آپ کے ایک ایک خط یہاں ایک ڈھیر کی صورت میں پہنچتے ہیں، اب ان تمام کے جوابات دینا بھی کچھ معنی رکھتا ہے، ہو سکتا ہے، آپ کے خیال میں قطعی کوئی معنے نہ رکھے، کیوں کہ معنے رکھنا اور نہ رکھنا بھی ایک مشکل مسئلہ ہے اور مسئلوں کے حل کے لیے کوئی انتظام کرنا بھی کچھ معنے رکھتا ہے، آپ کہیں گے، میں معنے رکھنے کے پیچھے پڑ گیا، بہت بہتر! اب یہ ناول "بیس سال بعد" پڑھیے، کیوں کہ بیس سال پرانا کیس حل کرنا بھی معنے رکھتا ہے۔

عجیب اُلجھن

خان رحمان کا چہرہ دیکھتے ہی ان کے اپنے چہروں پر رونق پھیل گئی۔ اس بار وہ بہت دنوں بعد آئے تھے، یہ اور بات ہے کہ اکیلے آئے تھے۔ ان کے ساتھ حامد، سرور اور ناز نہیں تھے۔ علیک سلیک کے بعد محمود نے کہا:

"حامد، سرور اور ناز نہیں آئے۔"

"اگر وہ یہاں ہوتے تو میں آج اس وقت یہاں نہ آتا۔" خان رحمان نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"ایک عجیب سی اُلجھن آ پڑی ہے۔" انہوں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

وہ ابھی ابھی شام کا ناشتا کر کے فارغ ہوئے تھے کہ خان رحمان آ پہنچے۔ شدید سردی کے موسم میں وہ کم ہی گھر سے نکلتے تھے، اس لیے انہیں دیکھ کر وہ کسی قدر حیران

www.urdufanz.com

ہوتے تھے۔

"عجیب سی اُلجھن کافی دلچسپ چیز ہے، ہمیں خوشی ہے کہ آپ ہمارے لیے ایک عدد عجیب سی اُلجھن لے کر آئے۔" فاروق نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی بات پر دوسرے بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"انکل! جلد از جلد بتائیں، ایسی کیا اُلجھن آ پڑی ہے۔" فرزانہ بولی۔

"اس شہر میں میرے ایک دوست اختر عابدی، شہر کے سب سے بڑے ٹھیکیدار ہیں، ہر سال اپنے خاص خاص دوستوں کو دعوت دیتے ہیں۔ اس دعوت میں میں بھی بلاناغہ شریک ہوتا ہوں، نہ صرف میں بلکہ بچے بھی، اختر عابدی کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے، لہٰذا اس کی شرط یہ ہے کہ کوئی مہمان بھی اپنے بچوں کے بغیر نہ آئے، اس سلسلے میں پندرہ دن پہلے ہی اس کے دعوت نامے دوستوں کو مل جاتے ہیں اور اگر کسی کے بچے باہر بھی ہوتے ہیں تو بھی وہ انہیں وقت سے پہلے واپس بلا لیتا ہے۔ ان دنوں بیگم۔ حامد، سرور اور ناز اپنے نانا کے ہاں گئے ہوئے ہیں، میں نے انہیں لکھ دیا تھا کہ اختر عابدی کی دعوت سے چار پانچ روز پہلے ہی آ جائیں۔ انہوں نے جواب بھی لکھ بھیجا تھا کہ پہنچ جائیں

گے، ادھر اختر عابدی نے فون پر مجھ سے بات کی تھی تو میں نے بھی اسے بتا دیا کہ ہم چاروں دعوت کے روز مقررہ وقت سے پہلے ہی پہنچ جائیں گے، لیکن اب یہ اُلجھن آ پڑی ہے کہ اچانک اُن کا تار ملا ہے، بچوں کے نانا پر اچانک دل کا دورہ پڑا ہے۔ لہٰذا وہ ابھی نہیں آ سکیں گے، ادھر اختر عابدی دوستوں کو یہ اطلاعات دے چکا ہے کہ فلاں فلاں دوست بچوں کے ساتھ دعوت میں شریک ہو رہے ہیں، اب اگر میں اپنے دوست سے یہ کہتا ہوں کہ دعوت میں صرف میں شریک ہوں گا تو وہ اسے بہت محسوس کرے گا، میرے اس سے بہت دیرینہ تعلقات ہیں، لہٰذا یہ اُلجھن لے کر میں تم لوگوں کے پاس آیا ہوں، مجھے بتاؤ، اس اُلجھن کا کیا حل ہو سکتا ہے۔" یہ کہہ کر خان رحمان خاموش ہو گئے۔ صحن میں چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر محمود کی آواز اُبھری:

"اُلجھن واقعی عجیب ہے اور اس کا حل بھی عجیب و غریب ہونا چاہیے۔"

"سوال یہ ہے کہ تم کیا چاہتے ہو؟" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ بچے اپنے نانا کو اس حال میں

www.urdufanz.com

چھوڑ کر واپس بھی نہ آئیں اور دعوت میں بھی شریک ہوں۔"
خان رحمان بولے۔

"لیکن انکل یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ نہیں ہو سکتا تو میں یہاں نہ آتا، بلکہ اپنے دوست کو یہ اطلاع دینا پسند کرتا کہ دعوت میں میں تنہا آؤں گا، بچے نہیں آسکیں گے، لیکن چونکہ میں جانتا ہوں، اس کا حل موجود ہے، اس لیے میں یہاں آیا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے، آپ پہلے ہی الجھن کا حل سوچ چکے ہیں تو پھر بتائیے، وہ حل کیا ہے، ہم ہر ممکن حد تک اس حل کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔" فاروق نے خوش گوار لہجے میں کہا۔

"میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ حل میں اپنے منہ سے نہ بتاؤں، بلکہ جو بات میرے ذہن میں آئی ہے، وہ تم خود ہی مجھے بتاؤ۔" خان رحمان مسکراتے، ان کی بات سن کر انسپکٹر جمشید بے ساختہ ہنس پڑے۔

"ابا جان! آپ کیوں ہنسے؟"

"اس لیے کہ میں ان کا مطلب سمجھ گیا ہوں۔"

"اوہ! تو یہ بات ہے اور اب ہمیں بھی ان کا مطلب سمجھنا پڑے گا، گویا یہ ہماری ذہانت کا امتحان بھی ہے اور ہم اس امتحان میں فیل ہونا ہرگز پسند نہیں کریں گے۔" فرزانہ بولی۔

"کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ حامد، سرور اور ناز کی جگہ ہم آپ کے ساتھ چلیں۔" محمود نے کہا۔

"ہاں! چاہتا تو میں یہی ہوں۔" خان رحمان بولے۔

"کیا آپ کے دوست اختر عابدی صاحب کو اس پر اعتراض نہیں ہوگا۔" فاروق نے پوچھا۔

"میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ وہ کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کر سکے۔" انہوں نے کہا۔

"اور اس کی کیا صورت ہے؟" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"فکر نہ کرو، میں جھونک میں آکر بتا نہیں جاؤں گا، یہ بھی تم ہی بتاؤ گے۔"

"اس کا مطلب ہے، آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم تینوں حامد، سرور اور ناز کے میک اپ میں آپ کے ساتھ چلیں۔" محمود نے کہا۔

"گڈ! تم آخر بات تک پہنچ ہی گئے۔" خان رحمان نے خوش ہو کر کہا۔

www.urdufanz.com

"انکل! آپ بات تک کہتے ہیں، ہم تو بات کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں۔"

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے، اس کا مطلب ہے میرے ذہن میں جو ترکیب آئی، وہ بالکل فٹ ہے، کیونکہ حامد، سرور اور ناز تم تینوں کے تقریباً ہم عمر تو ہیں ہی، قد اور قامت بھی ایک جیسے ہیں، مجھے امید ہے، تم پر ان کا میک اپ ہو سکے گا۔" خان رحمان بولے۔

"کیا اختر عابدی انہیں بہت اچھی طرح پہچانتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے سوال کیا۔

"اچھی طرح تو ضرور پہچانتے ہیں، البتہ بہت اچھی طرح نہیں، کیوں کہ سال میں ایک بار ہی وہاں جانا پڑتا ہے۔ سال بعد کسی کو دیکھا جائے تو تھوڑا بہت فرق تو یوں بھی پڑ جاتا ہے۔"

"ہوں! خیر تم ان تینوں کی پوری تصویریں مہیا کر دو، میں کوشش کروں گا کہ اختر عابدی کو یہ حامد، سرور اور ناز ہی نظر آئیں، اب اگر ان کی آواز اور بات چیت کرنے کے انداز سے وہ کچھ بھانپ گئے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ فکر نہ کریں، ہم ان کی آواز کی کامیاب نقل شاید

نہ کر سکیں، کچھ نہ کچھ ان کے لب و لہجے میں بات ضرور کر لیں گے، آخر ہم گہرے دوست ہیں، پھر بھی اختر عابدی کو آوازوں پر شک ہوا اور انہوں نے اپنے شک کا اظہار بھی کیا تو انکل کہہ سکتے ہیں، ہم تینوں نزلہ زکام سے ابھی ابھی فارغ ہوتے ہیں۔" فاروق نے ترکیب بتائی۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ میں تصویریں ساتھ ہی لے آیا تھا، کیوں کہ جانتا تھا، تم یہ ضرور مانگو گے۔" خان رحمان نے جیب سے تصویروں کا لفافہ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا۔

"دعوت کس دن ہے؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"تین دن بعد۔"

"ٹھیک ہے، دعوت کی صبح تم حامد، سرور اور ناز کو یہاں تیار پاؤ گے، آ کر لے جانا۔" انسپکٹر جمشید بولے اور وہ سب مسکرانے لگے۔

تین دن بعد خان رحمان اپنی کار لے کر پہنچ گئے۔ انہوں نے گھنٹی بجائی تو دروازہ فوراً ... ہی کھل گیا۔ دوسرے ہی لمحے ان کے منہ سے نکلا:

"ارے! حامد تم یہاں کس طرح پہنچ گئے۔"

"جی میں ہی نہیں، سرور اور ناز بھی یہاں پہنچ چکے ہیں۔"

www.urdufanz.com

محمود نے کہا جو اس وقت حامد کے میک اَپ میں تھا، اگرچہ خان رحمان کو خود یہ معلوم تھا کہ محمود، فاروق اور فرزانہ ان کے میک اَپ میں ملیں گے، لیکن اس کے باوجود وہ محمود کو دیکھ کر گڑبڑا گئے تھے، ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، کیونکہ محمود تو ہوبہو حامد نظر آ رہا تھا۔

"کمال کر دیا جمشید نے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئے اور پھر سرور اور ناز کے میک اَپ میں فاروق اور فرزانہ کو دیکھ کر تو ان کی حیرت کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں رہا۔

"بھئی مان گیا میں تمہیں۔" خان رحمان خوش ہو کر بولے۔ "اب تو اختر عابدی کا باپ بھی یہ نہیں پہچان سکے گا کہ حامد، سرور اور ناز کے میک اَپ میں کوئی اور ہیں۔"

"کیا ان کے والد صاحب بھی ہیں۔" فاروق نے کہا اور خان رحمان کی آنکھیں ایک بار پھر پھیل گئیں، کیونکہ فاروق بالکل سرور کی آواز میں بولا تھا۔

"نہیں! میں نے بتایا تھا نا، اختر عابدی اس دُنیا میں بالکل اکیلے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یاد آیا، آپ نے یہ بات بتائی تو تھی۔" اس بار فرزانہ بولی تھی اور ناز کے لب و لہجے میں بولی تھی۔

"بھئی کمال ہے، جو آدمی تمہیں برسوں سے جانتا ہے، تم تو اسے بھی حیران کیے دے رہے ہو، مگر محمود حامد کی آواز حلق سے نہیں نکال سکا، یہ عجیب بات ہے۔"

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا، کیونکہ آپ اس وقت دروازے پر کھڑے تھے اور یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا کہ آپ دروازے پر ہی اُچھل پڑتے۔" محمود نے بھی حامد کی آواز حلق سے نکالی۔

"جی ہاں! اُچھل پڑنے کے لیے ہمارے گھر کا اندرونی حصّہ کیا کم ہے۔" فاروق بول اٹھا۔

"اب میرا خیال ہے، تم لوگ رخصت ہو جاؤ، کیونکہ خان رحمان نے وقت سے پہلے پہنچنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ٹھیک ہے، اب ہمیں چلنا چاہیے۔" خان رحمان نے کہا اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اختر عابدی کے محل نما مکان کو دیکھ کر محمود، فاروق اور فرزانہ نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں، دروازے پر موجود ایک ملازم نے انہیں فوراً اندر پہنچایا اور ابھی وہ برآمدہ طے کر رہے تھے کہ ایک جاری بھرکم آواز نے ان کا مزاج پوچھ ڈالا:

"آہا! میرا دوست خان رحمان آ گیا.... اور حامد، سرور اور

www.urdufanz.com

ناز بھی آ گئے، گویا محفل کی رونق آ گئی۔"

انہوں نے دیکھا، ان کی طرف تیزی سے بڑھنے والا ایک لمبا چوڑا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں تھیں، گال بھرے بھرے اور سُرخ رنگ کے تھے۔ سر کے بال آدھے سفید اور آدھے کالے تھے، البتہ بال خوب بھرے ہوئے تھے۔ اس نے خان رحمان کو گلے سے لگا لیا، پھر گرم جوشی سے ان سے مصافحہ کیا اور ان کے بعد تینوں کی طرف مُڑا۔ ان سے ہاتھ ملاتے، گال تھپتھپائے اور بولا:

"پارٹی معمول کے مطابق شام پانچ بجے شروع ہو گی، اس دوران تم لوگ گھومو پھرو، کھاؤ پیو، تمہیں پورے مکان میں ہر جگہ آنے جانے کی کھلی چھٹی ہے۔"

یہ اشارہ ان تینوں کی طرف تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ خان رحمان کو تو انتظام کے سلسلے میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے، لیکن انہیں بور کرنا نہیں چاہتے تھے، لہٰذا انہیں گھومنے پھرنے کی اجازت دے دی۔ تھوڑی دیر ان کے پاس ٹھہر کر وہ اس محل نما مکان کی سیر کو نکل گئے۔

مکان میں بیسیوں کمرے تھے۔ نہانے کا تالاب بھی تھا، پچھلی طرف ایک بڑا سا باغ بھی تھا، جس میں پھل دار درخت تھے، لیکن ان کے قدم جس چیز نے روکے، وہ ایک کمرے

میں لگی ہاتھ کی بنی ہوئی ایک تصویر تھی۔ تصویر کافی بڑی تھی اور فریم کی ہوئی تھی۔

یہ ایک بہت ہی باوقار آدمی کی تصویر تھی، اس کے چہرے پر بہت گھنی ڈاڑھی تھی۔ مونچھیں بھی بہت بڑی بڑی تھیں اور آنکھیں خوب موٹی موٹی تھیں اور ان آنکھوں میں زبردست قسم کی چمک تھی۔ تصویر کے نیچے لکھا تھا:

"میرا مرحوم دوست!"

---

www.urdufanz.com

جُرم کی بُو

"میرا مرحوم دوست!" فرزانہ بڑبڑائی۔

"لیکن اس تصویر سے تو زندگی ہی زندگی ٹپکتی ہے۔" محمود بولا۔

"واقعی! بہت شاندار چہرہ ہے۔" فاروق بولا۔

"اور میں یہ سوچ رہی ہوں کہ آخر اس تصویر کو اس الگ تھلگ کمرے میں لگانے کی کیا ضرورت تھی، اسے تو اختر عابدی صاحب کو اپنے کمرے میں لگانا چاہیے تھا۔"

"شاید اپنے مرحوم دوست کی تصویر پر نظر پڑنے سے انہیں دُکھ ہوتا ہوگا۔" محمود نے جواب دیا۔

"اس صورت میں تصویر سرے سے ہی نہیں لگانی چاہیے۔" فرزانہ نے کہا۔

"بس اٹک گئے تصویر میں، کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ہر بات میں کوئی عجیب بات ضرور نکالیں۔" فاروق نے

جل کر کہا۔

"ہم تو نہیں نکالتے، خود بخود کوئی عجیب بات نکل پڑے تو کیا کیا جائے۔" فرزانہ نے کہا۔

"لیکن یہ نہ بھولو کہ اس وقت ہم محمود، فاروق اور فرزانہ نہیں ہیں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اگر کوئی عجیب بات نظر آئے تو ہم اس سے آنکھیں بند تو نہیں کر سکتے، اس قدر چاہت سے بنوائی گئی تصویر آخر اس خالی پڑے کمرے میں کیوں لگائی گئی۔" فرزانہ بولی۔

"بھئی اس مکان کے تو سبھی کمرے خالی پڑے رہتے ہوں گے، سوائے اس کمرے کے جس میں اختر عابدی رہتے ہیں یا پھر ملازمین کے کمرے، وہ الگ تھلگ حصے ہیں۔"

"بات تو ٹھیک ہے..... لیکن ہم اختر عابدی کا کمرہ دیکھ چکے ہیں، وہ کمرہ اس کمرے سے کافی فاصلے پر ہے، کم از کم یہ تصویر اس کمرے سے نزدیک کسی کمرے میں تو ضرور ہونی چاہیے تھی۔"

"پڑ گئیں تصویر کے پیچھے۔" فاروق نے جھنجلا کر کہا۔

"بھئی وہ اس لیے کہ پیچھے پڑنے کے لیے اس تصویر کے علاوہ اور کچھ ہے بھی تو نہیں۔" محمود ہنسا۔

www.urdufanz.com

"اور پھر ہمیں وقت بھی تو گزارنا ہے.... آؤ اختر عابدی کے کمرے میں چلیں، شاید وہاں ہم یہ جان سکیں کہ اس دوست کا نام کیا ہے اور اختر عابدی صاحب نے تصویر کے نیچے مرحوم کا نام کیوں نہیں لکھا۔" فرزانہ جاندار آواز میں مسکرائی۔

"لو! ایک اور بات نکل آئی۔" فاروق تلملا اُٹھا۔

"تو تمہیں کیا تکلیف ہو رہی ہے! اگر ایک کی بجائے دس باتیں بھی اور نکل آئیں تو تم فکر میں کیوں دُبلے ہوتے ہو۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اس لیے کہ ہمارے ساتھ ہر بار یہی ہوتا ہے، ہم زبردستی کسی کیس کو گلے لگا لیتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"لیکن یہاں کسی کیس کا دُور دُور تک نام و نشان نہیں، اب اس تصویر سے تو کیس شروع ہونے سے رہا۔"

"لیکن جس کی یہ تصویر ہے، اس سے تو کیس شروع ہو سکتا ہے۔" فاروق نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"تم تو اس طرح ڈر رہے ہو جیسے یہ تصویر کسی بھوت کی ہو۔"

"مرنے والے کی روح کسی بھوت سے کم بھی تو نہیں ہوتی کہیں ایسا نہ ہو، ہم اس کی ٹوہ میں لگ جائیں اور اس کی

روح ہمیں چمٹ جائے۔"

"یہ روحوں اور بھوتوں کا زمانہ نہیں ہے۔" محمود بولا۔

"اور کیا، وہ دن گئے جب بچے جنوں بھوتوں اور روحوں سے ڈرا کرتے تھے، شہزادوں، شہزادیوں اور پریوں کی کہانیاں پڑھا کرتے تھے، اب تو وہ ہم جیسے جیتے جاگتے انسانوں کی کہانیاں پڑھنا پسند کرتے ہیں اور جادو کی اور جنوں بھوتوں کی کہانیوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔"

"لو! بات کہاں سے کہاں پہنچا دی۔" فاروق نے کہا۔

"اب تم جہاں کہتے ہو، پہنچا دُوں۔" فرزانہ نے اسی کے انداز میں کہا۔

"اچھا بابا! جو تمہارا جی چاہے کرو۔" فاروق نے ہتھیار ڈال دیے۔

"اب آئے نا سیدھے راستے پر۔" فرزانہ مسکرائی اور اس کمرے سے نکل کر اختر عابدی کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ آتے ہوئے وہ اس کمرے کے سامنے سے گزرے تھے، اس لیے کسی سے پوچھے بغیر ہی وہاں تک پہنچ گئے۔ راستے میں ملنے والے ملازموں نے ان پر اچٹتی سی نظریں ضرور ڈالی تھیں، لیکن کسی نے کچھ کہا نہیں۔

اختر عابدی کے کمرے کے دروازے پر انہیں ایک ملازم

www.urdufanz.com

کھڑا نظر آیا۔ وہ اندر جانے کے لیے آگے بڑھے تو اس نے کہا:

"یہ اختر عابدی صاحب کا کمرہ ہے۔"

"تو پھر! کیا اس کمرے میں جانا منع ہے۔" محمود نے کہا۔

"کیا آپ کمرے کے اندر جانا چاہتے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں! اس لیے کہ اختر عابدی صاحب نے ہمیں اجازت دی ہے کہ ہم پورے مکان میں گھوم پھر سکتے ہیں۔"

"میں آپ کو روک نہیں رہا۔"

یہ کہہ کر وہ راستے سے ہٹ گیا اور تینوں اندر داخل ہو گئے۔ یہ شاہانہ انداز کا کمرہ تھا۔ ہر چیز سے دولت مندی ٹپک رہی تھی۔ فوم کے نرم بستر کے ساتھ آبنوس کی بنی میز رکھی تھی جس پر ہاتھی دانت کا کام کیا گیا تھا۔ میز کے گرد تین کرسیاں بھی اسی قسم کی موجود تھیں۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر موٹے ریشمی پردے تھے جن پر زری کا کام کیا گیا تھا۔ چھت پر بھی نقش و نگار بنائے گئے تھے اور فرش پر ٹائلیں لگی تھیں۔ آتش دان پر اختر عابدی کی ایک بڑی تصویر لگی ہوئی تھی، یہ تصویر بھی ہاتھ کی بنی ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ بات فوراً ہی محسوس کر لی کہ دونوں تصویریں ایک ہی ہاتھ کی بنی ہوئی ہیں۔ کمرے میں اور کوئی خاص

بات نہ پا کر وہ باہر نکل آئے۔ فرزانہ نے دروازے پر کھڑے ملازم سے کہا:

"یہ تصویر کس نے بنائی ہے؟"

"مجھے اس سوال پر حیرت ہے۔" ملازم نے واقعی حیرت زدہ آواز میں کہا۔

"اس سوال میں حیرت کی کون سی بات ہے۔" فرزانہ نے بھی حیران ہو کر کہا۔

"ناز صاحبہ! آپ یہاں ہر سال آتے ہیں، پھر اسی سال اس تصویر کے بارے میں سوال کیوں پوچھا۔ آخر اس دفعہ اس میں آپ کو کیا عجیب بات نظر آ گئی۔" ملازم نے کہا۔

اور وہ سکتے میں آ گئے، ان سے واقعی غلطی سرزد ہوئی تھی۔ وہ یہ تو بھول ہی گئے تھے کہ اس گھر کے ملازم بھی حامد وغیرہ سے اچھی طرح واقف ہوں گے، لیکن فرزانہ نے فوراً ہی سنبھالا لیا۔

"تصویر تو خیر ہم ہر سال ہی دیکھتے ہیں، لیکن اس بار ہم تینوں اپنی بھی ایک ایک ایسی تصویر بنوانا چاہتے ہیں، اس لیے کسی اچھے آرٹسٹ کی تلاش میں ہیں۔ اسی خیال سے پوچھ لیا تھا کہ شاید آپ کو معلوم ہو۔"

"ہاں! مجھے معلوم ہے۔ لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا

www.urdufanz.com

پڑے گا کہ آپ ان سے اپنی تصویریں نہیں بنوا سکیں گے، کیونکہ وہ کوئی پیشہ ور آرٹسٹ نہیں ہیں۔" ملازم نے کہا۔

"لیکن انہوں نے یہ تصویریں بھی تو بنائی ہیں۔" محمود نے اعتراض کیا۔

"ہاں! بنائی ہیں، میں نے کہا نا، یہ ان کا شوق ہے۔"

"اوہو، کیا یہ خود اختر عابدی صاحب نے بنائی ہیں۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، یہ بات تو آپ کو پہلے ہی معلوم ہے۔" ملازم نے انہیں گھورا۔

"شاید اس سال کے دوران ہم تینوں کی یادداشت خراب ہو گئی ہے۔" محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

اور پھر وہ تینوں وہاں سے کھسک لیے، کیونکہ ملازم کی آنکھوں میں شک کے آثار گہرے ہوتے چلے جا رہے تھے۔

○

"اس ملازم کو شک ہو گیا ہے، کہیں یہ اپنے شک کا اظہار اختر عابدی سے نہ کر دے۔" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"تو اس میں فکر مند ہونے والی کونسی بات ہے، بتاتا

ہے تو بتا دے۔" فاروق نے کہا۔

"ہمارا راز کھل گیا تو انکل خان رحمان کی بڑی سبکی ہو گی۔" محمود بولا۔

"ہاں! یہ تو ہے، خیر، ہم اس ملازم کا دھیان رکھیں گے۔ اگر ہم نے یہ محسوس کیا کہ یہ اختر عابدی صاحب کو کچھ بتانا چاہتا ہے تو ہم فوراً عابدی صاحب کے پاس جا پہنچیں گے اور اس طرح ملازم ہماری موجودگی میں انہیں کچھ نہیں بتا سکے گا۔" فرزانہ نے ترکیب بتائی۔

"واہ! ترکیب تو اچھی ہے، ہم غلط نہیں کہتے، ترکیبیں بتانا کوئی تم سے سیکھے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"بس کہتے ہی ہو، سیکھتے تو نہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"خیر ملازم سے بات چیت کرنے سے ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ اختر عابدی ایک آرٹسٹ بھی ہیں۔"

"کیا فائدہ ان معلومات کا، آخر یہ ہمارے کس کام آئیں گی، ہم یہاں ایک عدد پارٹی میں شرکت کرنے کے لیے آئے ہیں، پارٹی ختم ہونے کے بعد یہاں سے سدھار جائیں گے.... یوں بھی یہاں ہمیں کسی جرم کی بُو تو محسوس نہیں ہوئی کہ ہم خود کو الجھائیں۔" فاروق نے قدرے جھلا کر کہا۔

"بھئی میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، ہمیں یہاں وقت گزارنا

www.urdufanz.com

ہے، اس دوران اگر کوئی بات معلوم ہو جاتی ہے تو اس میں حرج بھی کیا ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے، فاروق کو تو بس کام چوری کی عادت پڑ گئی ہے، یہ عادت ہر جگہ ہی اس کے آڑے آجاتی ہے۔" محمود نے کہا۔

"ٹھیک کہتے ہو بھائی، میں کام چور ہی ہوں۔" فاروق نے بُرا مانے بغیر کہا۔

"مجھے ایسا لگتا ہے جیسے اس مکان میں کوئی چکر شروع ہونے والا ہے۔" فرزانہ نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"یا اللہ رحم فرما۔" محمود نے آسمان کی طرف دیکھا۔

"شاید تم نے یہ بات اس لیے کہی کہ ہم یہاں آ گئے ہیں۔" فاروق نے فرزانہ کو بغور دیکھا۔

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں مجھے واقعی ایسا محسوس ہو رہا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"اچھا ہو رہا ہوگا۔" فاروق نے منہ بنایا۔ "اب آؤ ذرا باغ کی سیر ہو جائے، کچھ تازہ پھل کھا لیے جائیں۔ میں نے سُن رکھا ہے کہ درختوں سے توڑتے ہی پھل کھانا بہت مفید ہوتا ہے۔"

"اچھا! میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں سُنی۔"

اور وہ باغ کی طرف بڑھ گئے، باغ میں انہوں نے کافی وقت گزارا، واپس ہوئے تو مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی اور صرف آدھ گھنٹے میں ہال کی تمام سیٹیں پُر ہو چکی تھیں، چونکہ سردیوں کے دن تھے، اس لیے

پارٹی کا انتظام ہال میں کیا گیا تھا، ورنہ باغ میں کیا جاتا۔

سب سے پہلے مہمانوں کو چائے اور کافی پیش کی گئی، اس کے بعد ہلکے پھلکے کھیلوں اور گپ شپ کا دور شروع ہوا اور اس کے بعد کھانے کے لیے گھنٹی بجی، ابھی مہمان اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھے ہی تھے کہ صدر دروازے کی گھنٹی بجی، گھنٹی کی آواز سُن کر اختر عابدی چونکا۔ اس نے ایک ملازم کو اشارہ کیا کہ جا کر دیکھے، کون ہے، اتفاق سے خان رحمان کی سیٹ اختر عابدی کے نزدیک تھی اور ان کے ساتھ ہی محمود، فاروق اور فرزانہ بیٹھے تھے۔

ملازم نے واپس آ کر بتایا کہ دروازے پر جو کوئی بھی ہے، انہی کو بلا رہا ہے، آخر اختر عابدی کو اُٹھنا پڑا اور اس کے ساتھ ہی فرزانہ بے چینی کے عالم میں بڑبڑائی:

"چکر شروع ہونے لگا ہے۔"

---

www.urdufanz.com

مُلاقاتی

"تم دن بدن وہمی ہوتی جا رہی ہو، تمہیں ہر جگہ پر چکّر نظر آنے لگے ہیں، مجھے ڈر ہے، کہیں تمہیں چکّر نہ آنے لگ جائیں۔" فاروق نے اختر عابدی کے جانے کے بعد دبی آواز میں کہا۔

"شکریہ! لیکن ذرا عقل پر ہاتھ مارو، تمہیں خود محسوس ہونے لگے گا کہ ضرور کوئی چکّر ہے۔" فرزانہ بولی۔

"تم عقل پر ہاتھ مارنے کی بات کرتی ہو، مَیں تو پیر تک مار کر دیکھ چکا ہوں، لیکن کوئی ایسی بات محسوس نہیں ہوئی۔" اس نے منہ بنایا۔

"عجیب احمق ہو، جو اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ جو کوئی بھی آیا ہے، آخر ملازم کے ساتھ اندر کیوں نہیں آیا، اختر عابدی صاحب ہی کو اس نے کیوں دروازے پر بلایا ہے؟" فرزانہ نے سوالیہ نظریں فاروق کے چہرے پر جماتے ہوئے کہا، لیکن جواب میں محمود بول اُٹھا:

"ہو سکتا ہے، کوئی ضرورت مند آیا ہو، ظاہر ہے، وہ سب کے سامنے تو اپنی ضرورت بیان نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ اس نے اختر عابدی صاحب کو الگ بلوایا ہے۔"

"ہاں! اس بات کا امکان ضرور ہے، لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی نہ کوئی چکّر اس گھر میں ضرور شروع ہونے والا ہے۔"

"اچھا چلو، ہونا ہے تو ہونے دو۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہاں، کان نہ کھاؤ۔" محمود نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"تمہارے کان اتنے لذیذ بھی نہیں۔" فرزانہ جل بھن کر بولی۔

"اس کا مطلب ہے، تھوڑے بہت لذیذ ہیں۔" فاروق مسکرایا، پھر محمود کی طرف مُڑا:

"یار محمود کانوں کا تبادلہ کرتے ہو۔"

"آہستہ بولو، کہیں لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم سونے کی کانوں کا تبادلہ کر رہے ہیں۔" محمود نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

ادھر سب مہمان بے چینی سے اپنے میزبان کا انتظار کر رہے تھے، کیونکہ اسے عین اس وقت جانا پڑا تھا جب کھانا بالکل شروع ہونے والا تھا۔ اب سب ہاتھ روکے بیٹھے تھے اور ایک دوسرے کا منہ اس طرح تک رہے تھے جیسے

www.urdufanz.com

ان کے چہروں پر کچھ لکھا ہو۔

"یہ اختر عابدی صاحب نے بہت دیر لگا دی۔" ایک مہمان سے آخر رہا نہ گیا۔

"شاید کوئی بہت ضروری ملاقاتی آ گیا ہے۔" دوسرے نے خیال ظاہر کیا۔

"ضروری ملاقاتی اندر آ کر، آرام سے بیٹھ کر بھی بات کر سکتا تھا، آخر دروازے پر کھڑے ہو کر بات کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" تیسرا بولا۔

"یہ تو وہی بتا سکتا ہے کہ اس نے اندر آنا کیوں پسند نہیں کیا۔"

"اس طرح تو کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔" ایک اور بولا۔

"میرا خیال ہے، اس بات کو عابدی صاحب بھی سمجھتے ہیں اور وہ آنے ہی ہوں گے۔"

"ضروری ملاقاتی اندر بھی تو آ سکتا تھا۔" ایک اور نے کہا۔

"ہو سکتا ہے، وہ جلدی میں ہو۔"

اور پھر سبھی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ ہال میں مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ گونجنے لگی، ایسے میں فرزانہ بولی۔

"میں سخت بے چینی محسوس کر رہی ہوں، کیوں نہ ٹہلتے ہوئے دروازے کی طرف چلیں۔"

"میں بالکل بے چینی محسوس نہیں کر رہا ہوں اور شاید محمود بھی نہیں کر رہا ہو گا، لہٰذا ہم دونوں تمہارے ساتھ کیوں چلیں۔"

"نہ سہی! لیکن میں ضرور جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر فرزانہ اٹھی اور ٹہلنے کے انداز میں دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ باقی سب اب اختر عابدی کے انتظار میں کچھ پریشانی محسوس کرنے لگے تھے، کیونکہ ایک آدمی کے لیے اتنے آدمیوں کو انتظار کرانا کچھ مناسب بات نہیں تھی.... اور پھر چہ میگوئیاں ہونے لگیں، طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں، ہر ایک نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا۔ اچانک محمود نے کہا:

"فاروق! فرزانہ واپس آ رہی ہے۔"

"فرزانہ ہی واپس آ رہی ہے، کوئی آندھی تو واپس نہیں آ رہی۔" فاروق بولا۔

"اس کے چہرے کو دیکھو، تم میرا مطلب سمجھ جاؤ گے۔" محمود نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

فاروق نے جلدی سے اس سمت میں دیکھا جس طرف سے فرزانہ آ رہی تھی اور پھر وہ بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ فرزانہ کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ آخر وہ ان کے پاس آ کر دھم سے اپنی کرسی میں گر گئی۔

"کیا ہوا! خیر تو ہے۔"

"میں نے کہا تھا نا، چکر شروع ہونے والا ہے۔" اس نے

www.urdufanz.com

کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تو کیا چکر شروع ہو گیا ہے؟" محمود نے جلدی سے کہا۔

"ہاں! شروع ہو گیا ہے۔ اختر عابدی نئے ملاقاتی کے ساتھ اندر آ رہے ہیں۔"

"کیا تم ان کی کچھ گفتگو سننے میں کامیاب ہو گئی ہو؟" فاروق نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"نہیں! جب میں دروازے کے نزدیک پہنچی تو وہ اندر آنے کے لیے مڑ چکے تھے، میں انہیں ایک نظر ہی دیکھ سکی۔"

"تو پھر اس میں پریشان ہونے کی کونسی بات ہے؟" فاروق بولا۔

"ابھی خود ہی دیکھ لو گے۔"

چند سیکنڈ بعد ہی اختر عابدی ایک اور آدمی کے ساتھ آتے نظر آئے۔ محمود اور فاروق نے دیکھا، اختر عابدی کے ساتھ وہی آدمی تھا جس کی تصویر وہ ایک کمرے میں دیکھ چکے تھے اور جس کے نیچے لکھا تھا، میرا مرحوم دوست!

حیرت انگیز

اختر عابدی اور ملاقاتی ساتھ ساتھ چلتے اندر آ گئے۔ عابدی نے مہمانوں کے نزدیک آ کر بلند آواز میں کہا:

"میرے معزز دوستو! یہ میرے بہت ہی گہرے دوست ہیں، دوسرے شہر سے اچانک ہی آئے ہیں، یہ جلدی میں تھے لیکن میری درخواست پر رک گئے ہیں۔"

"بہت خوب!" کئی آوازیں ابھریں۔

نئے مہمان کے لیے ایک اور کرسی لائی گئی۔ اختر عابدی کے نزدیک ہی اس کے لیے جگہ بنائی گئی۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نئے مہمان اور اختر عابدی کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے۔ آخر محمود نے کہا:

"یہ تو واقعی چکر شروع ہو گیا ہے، جس شخص کی تصویر کے نیچے میرا مرحوم دوست لکھا ہوا ہے، وہ ہمارے سامنے زندہ سلامت موجود ہے۔"

"ہاں! خدا کی قدرت ہے، اب مردہ بھی زندہ ہونے

www.urdufanz.com

لگے۔" فاروق نے سرد آہ بھری۔" اور وہ صرف اس لیے کہ ہمارے لیے یہاں ایک عدد کیس شروع ہونا تھا۔"

فاروق کی بات پر وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ اسی وقت فرزانہ نے کہا:

"ہمارے میزبان بہت پریشان دکھائی دے رہے ہیں، نئے مہمان کے آنے سے پہلے تو ایسا نہیں تھا۔"

"ہاں! یہ بات تو واقعی ہے، دوسری طرف نیا مہمان بھی کچھ خوش گوار موڈ میں نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے اس پر جوش کی حالت طاری ہو۔"

"تمہارا خیال بالکل ٹھیک ہے۔"

آخر کھانا شروع ہوا اور پھر ختم بھی ہو گیا۔ مہمان رخصت ہونے لگے۔ سب سے آخر میں خان رحمان اور وہ بھی اٹھے تھے، لیکن نئے مہمان نے ابھی تک اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی تھی، شاید اس کا رخصت ہونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، جب کہ اختر عابدی بتا چکا تھا کہ وہ جلدی میں تھا۔

خان رحمان اور ان تینوں نے اختر عابدی سے ہاتھ ملائے اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر فرزانہ بولی:

"انکل! ہم ابھی واپس نہیں جائیں گے۔"

"واپس نہیں جائیں گے، لیکن کیوں؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس لیے کہ ابھی یہاں ہماری ضرورت ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"آئیے ہمارے ساتھ، ابھی سمجھ جائیں گے۔" محمود نے کہا اور تینوں پھر اندر جانے کے لیے مڑے۔ خان رحمان حیرت زدہ سے ان کے ساتھ چلنے لگے۔ پہلے وہ اسی ہال کی طرف آئے، ہال کا دروازہ کھلا تھا اور اندر صرف ملازم تھے جو برتن وغیرہ اٹھانے میں مشغول تھے، چنانچہ وہ ڈرائنگ روم کی طرف چل پڑے۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا اور اندر سے تیز تیز لہجے میں باتیں کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی، لیکن یہ آواز اختر عابدی کی نہیں تھی جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ آواز نئے مہمان کی تھی۔ انہوں نے سنا، وہ کہہ رہا تھا:

"بالکل ٹھیک! تم نے مہمانوں کے رخصت ہونے تک کی مہلت مانگی تھی۔ اب تمام مہمان رخصت ہو چکے ہیں۔ آج بیس سال بعد آخر میں نے تمہیں تلاش کر لیا ہے۔ اب تم میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے، دیکھ لو، میں تمہارا وہی دوست ہوں جسے تم نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا، مجھے زندہ

www.urdufanz.com

دیکھ کر تمہیں ضرور دھکا لگا ہوگا، لیکن بات دراصل صرف اتنی سی ہے کہ تمہارا وار ذرا اوچھا پڑا تھا۔ تم نے مجھے مُردہ سمجھ لیا اور میرے سارے ہیرے جواہرات لے کر چمپت ہو گئے، ہیرے جو تم پہلے ہی اپنے قبضے میں کر چکے تھے، لیکن خدا کو میری زندگی منظور تھی، میں بچ گیا، اگرچہ پہلے ڈاکٹر نے بھی مجھے مُردہ ہی سمجھا تھا اور پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دیا تھا، اس طرح میرے قتل کی خبر اخبارات میں بھی شائع ہو گئی، لیکن ہسپتال میں مجھے ہوش آ گیا، میں نے اپنے بچ جانے کی خبر کی اشاعت رُکوا دی، کیونکہ میں خود تمہاری تلاش میں نکلنا چاہتا تھا۔ میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ صحت یاب ہونے پر میں نے اپنا محل فروخت کر دیا، زمینیں بھی بیچ ڈالیں اور تمہاری تلاش میں شہر شہر کی خاک چھاننے لگا، تمہیں اطمینان تھا کہ میں مر چکا ہوں، اس لیے تم بے فکر تھے، تم نے اپنے چہرے میں کوئی تبدیلی کرنے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی، تمہاری تلاش میں میں نے اپنی زندگی کے بیس سال صرف کیے ہیں۔ اب میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا، لیکن میں تمہیں مار کر خود قاتل نہیں بنوں گا، کیوں کہ میں اپنی باقی زندگی جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزارنا نہیں چاہتا، اس لیے میں تمہیں قانون کے حوالے کروں گا، اس کی مدد سے اپنے ہیرے جواہرات وصول

کروں گا۔" نئے مہمان کی آواز آنا بند ہو گئی، ایک دو سیکنڈ کی خاموشی کے بعد انہوں نے اختر عابدی کی آواز سُنی:

"میرے دوست، پیارے دوست، مجھے اس دنیا میں تم سے عزیز کوئی نہیں، تم بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہو، میں نے تمہیں قتل کرنے کی کوشش ہرگز نہیں کی تھی، تم اطمینان سے بیٹھ جاؤ، میں ساری بات تمہیں تفصیل سے سناؤں گا، پھر تم خود ہی فیصلہ کرنا کہ میں کس حد تک قصوروار ہوں۔"

"نہیں شکریہ! میں تمہارے ارادوں سے اچھی طرح واقف ہوں، تم مجھے مہمان بنا کر ایک بار پھر موت کے گھاٹ اتارنے کا پروگرام بنا رہے ہو، تاکہ بیس سال پہلے تم نے جو جُرم کیا تھا، اس کا نشان مٹ جائے، لیکن عابدی! اب تم بچ نہیں سکتے۔ تم غریب تھے، تنگ دست تھے، میں نے تمہیں دوست سمجھا، تمہاری ہر طرح مدد کی، تمہیں اپنے ساتھ محل میں جگہ دی اور تم نے ان تمام مہربانیوں کا صلہ یہ دیا کہ مجھے قتل کرنے کا پروگرام بنا لیا تاکہ میرے سارے ہیرے اور جواہرات لے کر فرار ہو سکو، تم نے سوچا ہوگا۔ میرا اس دُنیا میں ہے کون، نہ بیوی نہ بچے، نہ عزیز رشتے دار، لہٰذا میرے مرنے کے بعد کون میرے قاتل کی تلاش کے لیے کوشش کرے گا، پولیس خود بخود کیس کی فائل بند کر دے گی، لیکن انسان جو

www.urdufanz.com

سوچتا ہے، وہ ہوتا نہیں، خدا کو کچھ اور منظور تھا، اسے ابھی میری زندگی منظور تھی، اس نے مجھے بچا لیا.... اور آج میں اپنا انتقام لینے کے لیے تمہارے سامنے موجود ہوں.....

اب تم اِدھر اُدھر کی باتوں میں وقت ضائع نہ کرو، یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش نہ کرو کہ تم بے گناہ ہو، میرے پاس تمہارے خلاف مکمل ثبوت موجود ہے اور پولیس اس ثبوت کی موجودگی میں تمہیں ایک منٹ بھی آزاد نہیں رہنے دے گی۔ اگرچہ تم اب شہر کے سب سے بڑے ٹھیکیدار بن چکے ہو، تمہارے بارے میں میں اخبارات میں پڑھ چکا ہوں، اور اب پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں۔"

"ٹھہرو دوست! جلدی نہ کرو، میں کہیں بھاگا نہیں جا رہا، میری بات مان لو، اس طرح پولیس کے پاس دوڑے جانے سے الجھنوں میں اضافہ ہو گا۔ اطمینان سے میری بات سن لو، پھر جیسے تمہارا جی چاہے گا، کر لینا۔" اختر عابدی نے پھر درخواست کی۔

"میں دوسری بار تمہارے ہاتھوں موت کے منہ میں نہیں جانا چاہتا۔"

"میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے، اگر تمہارے پاس کوئی ہے تو تم احتیاط کے طور پر اسے اپنے ہاتھ میں لے سکتے

ہو، لیکن تم ثبوت کیا پیش کرو گے۔" آخر اختر عابدی نے تنگ آ کر کہا۔

"ڈاکٹری سرٹیفکیٹ، پولیس کی رپورٹیں، اس زمانے کے اخبارات، اخبارات میں تمہاری تصاویر، یہ بیانات کہ نواب اعجاز کریم کا دوست اسے قتل کر کے ہیرے جواہرات لے کر فرار ہو گیا، اگر وہ قاتل نہیں تھا، اس نے قاتلانہ حملہ نہیں کیا تھا تو اب تک غائب کیوں رہا، اس نے سامنے آ کر یہ بیانات کیوں نہیں دیے کہ اس قتل سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔" اعجاز کریم کہتا چلا گیا۔

"یہ سب بالکل غلط ہے، اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ تم پہلے پوری طرح میری بات سن لو۔"

"میں کچھ سننے کے لیے تیار نہیں ہوں اور سیدھا پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں۔"

"ٹھہرو دوست!" اختر عابدی نے بوکھلا کر کہا۔

"میرے راستے میں آنے کی کوشش نہ کرو، ورنہ میں پولیس کے پاس بھی نہیں جاؤں گا اور تمہیں یہیں ختم کر دوں گا، خبردار میرے پستول میں پوری چھ گولیاں ہیں۔"

یہ الفاظ انہیں چونکا دینے کے لیے کافی تھے، اب وہ دروازے پر کھڑے رہ کر مزید انتظار نہیں کر سکتے تھے، انہوں

www.urdufanz.com

نے زور دار آواز کے ساتھ دروازہ اندر کی طرف دھکیلا اور ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔

کمرے میں موجود دونوں آدمی زور سے اُچھلے۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ خان رحمان، محمود، فاروق اور فرزانہ نے دیکھا، نئے مہمان کے ہاتھ میں ایک چمک دار سیاہ رنگ کا پستول تھا۔

اس کی کہانی

"ہم ساری باتیں سن چکے ہیں، لہٰذا بہتر یہی ہو گا کہ پولیس کے پاس جانے سے پہلے یہیں بیٹھ کر اطمینان سے بات کر لی جائے، اختر عابدی کے دوست ہیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر اختر عابدی مجرم نظر آیا تو ہم سب مل کر اسے قانون کے حوالے کریں گے۔"

"آپ کون لوگ ہیں؟" نئے مہمان نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہم عابدی کے بہت اچھے دوست ہیں، لیکن انصاف ہمیں زیادہ عزیز ہیں۔"

"خیر! اگر آپ لوگ اس پر بضد ہیں تو میں ابھی پولیس اسٹیشن نہیں جاتا، پہلے سارے حالات سناؤں گا اور اس کے بعد جو آپ لوگوں کی رائے ہو گی، اس کے مطابق کروں گا۔ لیکن اگر میں نے یہ محسوس کیا کہ آپ مجھ سے ناانصافی کر رہے ہیں اور عابدی کا ساتھ دینے کی کوشش کر رہے ہیں تو پھر میں کوئی رعایت نہیں کروں گا اور ہاں اس دوران پستول بدستور

www.urdufanz.com

میرے ہاتھ میں رہے گا۔"

"ٹھیک ہے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" خان رحمان بولے۔

"تو پھر پہلے اپنا تعارف کرا دیں۔"

"یہ میرے بہت ہی بہترین دوست نواب اعجاز کریم ہیں۔" اختر عابدی نے تعارف کرایا۔

"نواب اعجاز کریم!" خان رحمان کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا۔

"ہاں! کیا آپ بھی ان سے واقف ہیں۔" اختر عابدی نے پوچھا۔

"نہیں! یہ نام کانوں کو کچھ مانوس سا لگا ہے۔"

اس کے بعد اختر عابدی نے خان رحمان اور ان تینوں کا تعارف کرایا۔

سب لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ ڈرائنگ روم کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر کوئی چند منٹ تک اپنی اپنی سوچ میں گم رہا، معاملہ حد درجے عجیب تھا، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پستول موجود تھا اور کسی وقت بھی پستول چل سکتا تھا۔ تاہم خان رحمان اور محمود، فاروق، فرزانہ انصاف کا خون کرنا کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے تھے۔

"خان رحمان! پہلے تو یہ بتائیں کہ آپ لوگ جا کر واپس

کس طرح لوٹ آئے۔" نواب اعجاز کریم نے سوال کیا۔

"یہ کارنامہ ان تینوں کا ہے۔"

"ان لوگوں نے کیسے بھانپ لیا کہ ہمارے درمیان کوئی گڑبڑ ہے؟" اس نے پوچھا۔

"آپ کی آمد سے پہلے ہم اس مکان میں آپ کی تصویر دیکھ چکے ہیں جو ایک کمرے میں لگی ہوئی ہے اور اس تصویر کے نیچے لکھا ہے، میرا مرحوم دوست، ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ تصویر خود اختر عابدی صاحب نے بنائی ہے۔"

"اوہ!" نواب اعجاز کریم کے منہ سے نکلا۔ شاید یہ بات سن کر انہیں بہت زیادہ حیرت ہوئی تھی کہ ان کا قاتل اپنے ہاتھوں سے ان کی تصویر بناتے۔

"بہتر ہو گا کہ اب پہلے نواب صاحب اپنی کہانی تفصیل سے سنا دیں، اس کے بعد اختر عابدی صاحب، دونوں کے بیانات کی روشنی میں ہم یہ دیکھیں گے کہ دراصل واقعہ کیا ہو سکتا ہے، کس طرح پیش آیا ہو گا اور اختر عابدی صاحب کس حد تک مجرم ہیں یا نہیں۔ اگر ہم اس کے بعد بھی کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے تو پھر اس سلسلے میں کچھ اور سوچا جائے گا، بلکہ اگر آپ دونوں مناسب سمجھیں تو میں اپنے ایک دوست کو یہاں بلا لوں، وہ ایسے معاملات کا بہت ماہر ہے۔" خان رحمان نے کہا۔

www.urdufanz.com

"نہیں! اس مرحلے پر میں یہاں کسی اور کو شامل کرنا پسند نہیں کروں گا۔" نواب اعجاز کریم نے سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا تو پھر تفصیل سے سنائیے، بیس سال پہلے کیا ہوا تھا۔" خان رحمان بولے۔

"ٹھیک ہے، شروع کرتا ہوں، میں ایک جدّی پشتی نواب ہوں، میرے باپ دادا بھی نواب تھے، ان کے زمانے کی جائیداد اور بہت سے ہیرے جواہرات مجھے ورثے میں ملے۔ اختر عابدی میرا سکول کے زمانے کا دوست ہے، لیکن ایک بہت ہی غریب گھرانے کا تھا، میں نے ہر موقعے پر اس کی مدد کی، یہاں تک کہ سکول اور کالج کی فیسیں تک ادا کیں اور بڑے ہونے پر اسے میں نے اپنی حویلی میں رہنے کی دعوت بھی دی، کیوں کہ میرا آگے پیچھے کوئی نہیں تھا، میری بیوی صرف ایک سال میرے ساتھ رہ کر فوت ہو گئی تھی، اور میں نے دوسری شادی نہ کرنے کی قسم کھا لی تھی، لہٰذا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے دوست اختر عابدی کو اپنے ساتھ رکھ لوں، یہ زمینوں وغیرہ کی دیکھ بھال کا کام بھی کر لیا کرے گا۔ عابدی نے بھی یہ منظور کر لیا اور اس طرح ہم دونوں دوست ساتھ رہنے لگے۔ ہم ایک دوسرے پر جان چھڑکنے لگے گھر کے ملازم جتنا احترام میرا کرتے تھے، اتنا ہی عابدی کا

بھی کرتے تھے، میں نے اسے ہر طرح سے مالک بنا دیا تھا۔ دن اسی طرح سے گزر رہے تھے کہ وہ واقعہ پیش آ گیا۔ اس روز میں اپنے کمرے میں سونے کی تیاری کر رہا تھا کہ عابدی اندر داخل ہوا....."

"یہ غلط ہے، تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں اندر داخل ہوا تھا۔" اس موقعے پر عابدی چیخ پڑا۔

"تم کھنکارے تھے اور تمہارے کھنکارنے کی آواز میں بخوبی پہچانتا تھا۔ لہٰذا میں نے تمہاری طرف دیکھے بغیر کہا:

'آؤ عابدی! شطرنج کی ایک دو بازیاں ہو جائیں'

سونے سے پہلے ہم ہر روز شطرنج کی بازی ضرور لگاتے تھے۔ میری بات کے جواب میں عابدی کچھ نہ بولا، میں اس کی طرف مڑا ہی تھا کہ کوئی تیز دھار والی چیز میری کمر میں گھس گئی۔ میرے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی، میں اوندھے منہ گرا اور تڑپنے لگا، پل بھر کے لیے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، لیکن جلد ہی یہ اندھیرا چھٹ گیا اور کسی نے مجھے سیدھا کرتے ہوئے خنجر میری کمر سے کھینچ لیا۔ میں نے دیکھا خنجر کھینچنے والا عابدی تھا۔ میں نے مشکل سے آواز حلق سے نکالی، عابدی..... یہ تم نے کیا کیا..... میرے ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرے میں میرا سب سے وفادار ملازم

www.urdufanz.com

شیفا اندر داخل ہوا اور پھر اس کی چیختی ہوئی آواز کمرے میں گونجی:

"ارے! یہ کیا..... آپ نے سرکار کو قتل کر دیا۔"

یہ سن کر عابدی چلایا، نہیں نہیں، قتل میں نے نہیں کیا اور پھر خنجر وہیں پھینک کر کمرے سے نکل گیا۔ اس کے بعد میں مکمل طور پر بے ہوش ہو گیا۔ شیفے کا بیان ہے کہ پولیس آئی، ان کے ساتھ ڈاکٹر بھی آیا اور ڈاکٹر نے یہ کہا کہ میں ختم ہو چکا ہوں۔ اخباری رپورٹر بھی وہاں موجود تھے۔ اس طرح اگلے دن اخبارات میں بھی میرے قتل کی خبر شائع ہو گئی، جب کہ مجھے ہسپتال میں پوسٹ مارٹم سے پہلے ہی ہوش آ گیا اور آخر ڈاکٹر صاحبان کی تین دن کی مسلسل کوششوں کے بعد میں موت کے منہ سے نکل آیا، لیکن میں نے اپنے بچ جانے کی خبر کو شائع نہ ہونے دیا، میں چاہتا تھا، خود تمہاری تلاش میں نکلوں، میں نے اپنی حویلی فروخت کر دی اور زمینیں بھی بیچ ڈالیں، کیوں کہ اب میری زندگی کا مقصد صرف تم سے انتقام لینا رہ گیا تھا، لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم میرے شہر سے اتنی دور ڈیرے ڈالو گے اور تمہاری تلاش میں مجھے پورے بیس سال صرف کرنا پڑیں گے۔ خیر! اب تو تم مل ہی گئے ہو اور میں تمہیں قانون کے حوالے

کیے بغیر نہیں مانوں گا، میرے پاس اس زمانے کے اخبارات موجود ہیں، ان میں میرے ملازم شیفے کا بیان بھی موجود ہے، ڈاکٹری سرٹیفکیٹ بھی ہیں، پولیس کے ریکارڈ میں خنجر پر پائے جانے والے انگلیوں کے نشانات بھی موجود ہیں، ان حالات میں بھلا تم کس طرح بچ سکو گے عابدی۔"

یہ کہہ کر نواب اعجاز کریم خاموش ہو گیا۔ چند لمحے کے لیے کمرے میں گہری خاموشی طاری ہو گئی۔

آخر محمود نے کہا:

"اس بیان کی روشنی میں تو اختر عابدی صاحب صاف مجرم نظر آتے ہیں، لیکن جب تک ان کا بیان بھی نہ سن لیا جائے، اس وقت تک کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

"تو پھر سنیے!" اختر عابدی نے کہنا شروع کیا۔ "شروع سے جو حالات اعجاز کریم نے بتائے ہیں، وہ بالکل درست ہیں۔ میں نے واقعی مجھ پر بے تحاشہ احسان کیے، میں آج تک ان احسانات کا بوجھ اپنے سینے پر محسوس کرتا ہوں۔ واقعے کے روز میں اپنے کمرے میں موجود تھا، میرا کمرہ ان کے کمرے کے بالکل ساتھ والا تھا۔ اچانک میں نے ان کی چیخ سنی۔ میں دوڑتا ہوا ان کے کمرے میں داخل ہوا تو یہ اوندھے منہ پڑے تھے اور ان کی کمر میں خنجر گڑا تھا۔ میں بدحواس ہو گیا،

www.urdufanz.com

بدحواسی کے عالم میں میں نے خنجر ان کی کمر سے کھینچ لیا، اسی وقت انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور میرے چہرے پر نظر ڈالتے ہی بولے، عابدی! تم نے یہ کیا کیا..... میں نے چلّا کر کہا، نہیں نہیں، یہ کام میرا نہیں۔ اسی وقت ملازم شیفا اندر آ گیا، اس نے چیخ کر یہ کہا، ارے یہ کیا، آپ نے سرکار کو قتل کر دیا، میں گھبرا گیا، خنجر وہیں پھینکا اور اپنے کمرے میں بھاگا، اتنے میں شیفے نے چیخ چیخ کر آسمان سر پہ اُٹھا لیا۔ وہ بار بار یہی کہہ رہا تھا، عابدی صاحب نے سرکار کو قتل کر دیا..... عابدی صاحب نے سرکار کو قتل کر دیا، اس صورتِ حال سے میں گھبرا گیا، میں نے سوچا، کہیں میں سچ مچ قاتل نہ بن جاؤں، چنانچہ میں نے اپنے کمرے سے چند ضروری چیزیں لیں اور کھڑکی کے راستے باہر نکل گیا۔ فوراً اسٹیشن پہنچا، آخری اسٹیشن کا ٹکٹ لیا اور گاڑی میں سوار ہو گیا، اتفاق کی بات کہ گاڑی فوراً ہی چل پڑی، اور پھر میں سفر پر سفر کرتا، ملک کے اس حصّے میں آ گیا، میں چاہتا تھا، کوئی مجھ تک نہ پہنچ سکے۔ کئی ماہ تک میں گوشہ نشینوں کی طرح زندگی گزارتا رہا۔ آخر جب محسوس کیا کہ اب میرے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے تو باہر نکل آیا۔ اعجاز کریم کی دی ہوئی کئی قیمتی چیزیں میرے پاس تھیں، میں نے انہیں

فروخت کر دیا اور اس طرح میرے پاس کچھ نقدی جمع ہو گئی اور میں ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لے کر رہنے لگا۔ بس یہ ہے میری کل کہانی، اس روز کے بعد میں نے آج اعجاز کریم کو دیکھا ہے، جب کہ میں بیس سال سے انہیں مرحوم ہی خیال کرتا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر اختر عابدی خاموش ہو گیا، اس کے خاموش ہوتے ہی نواب اعجاز کریم نے کہا:

"اگر تمہاری یہ کہانی سچ ہے تو تم شہر کے اتنے بڑے ٹھیکیدار کس طرح بن گئے؟"

"اپنی محنت سے، شروع میں میں نے خوب محنت مزدوری کی، پھر ایک ٹھیکیدار کے ہاں ملازم ہو گیا۔ اس کے ساتھ رہتے ہوئے ٹھیکیداری کا کچھ تجربہ ہو گیا، آخر میرے پاس کچھ پیسے جمع ہو گئے۔ ایک دن جی میں آئی، کیوں نہ کوئی چھوٹا موٹا ٹھیکہ لے کر دیکھوں، چنانچہ میں نے سب سے کم بولی دے کر ایک ٹھیکہ لے ہی لیا۔ ٹھیکیدار نے جب یہ سُنا کہ میں نے بھی ٹھیکیداری میں قدم رکھا ہے تو وہ بہت ناراض ہُوا اور مجھے ملازمت سے نکال دیا۔ میں نے پروا نہیں کی اور بڑی محنت سے سڑک تعمیر کرائی۔ اس میں اگرچہ مجھے بہت کم منافع ہُوا، لیکن سڑک سرکاری حکام کو بہت پسند آئی۔ اس کے بعد میں

www.urdufanz.com

نے ایک اور ٹھیکہ لیا، پھر تو مجھے ٹھیکے پر ٹھیکے ملنے لگے، یہاں تک کہ میری دولت میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا، میں نے اپنا ایک مکان خرید لیا، حالات اور بہتر ہوئے تو ایک بڑا مکان خرید لیا، پھر اپنا یہ مکان بنوایا اور اب میں شہر کا سب سے بڑا ٹھیکیدار ہوں، صرف اس لیے کہ میں نے ٹھیکیداری میں کبھی بے ایمانی نہیں کی، صحیح مال لگایا، اللہ تعالیٰ نے نیت کا پھل دیا، یہ ہے میری کہانی۔"

"جب کہ میرا خیال ہے، تم میرے ہیروں کو فروخت کر کے ٹھیکیدار بنے ہو۔" نواب اعجاز کریم نے ناک سکوڑی۔

"وہ ٹھیکیدار اسی شہر میں موجود ہے، جس کے ہاں میں نے کئی سال ملازمت کی تھی۔" اختر عابدی نے جواب دیا۔ "اس سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔"

"شاید تم نے تجربہ حاصل کرنے کے لیے اس کی ملازمت کی ہو اور اس لیے بھی کہ کوئی ایسا موقع آنے پر تم اپنی بے گناہی کے ثبوت میں یہ کہانی سنا سکو۔" نواب اعجاز کریم بولا۔

"اف خدا! اب میں کس طرح یقین دلاؤں۔"

"یقین پولیس کو دلانا۔" نواب بولا۔

"میرا خیال ہے، ابھی معاملہ پولیس تک نہیں پہنچانا چاہیے، پہلے ہم خود معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔" فرزانہ نے کہا اور اختر عابدی انہیں گھور کر دیکھنے لگا، آخر رہ نہ سکا:

"خان رحمان! یہ تمہارے بچوں نے جاسوسی کب سے شروع کر دی۔"

"ابھی سے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"مطلب..... اگر تم برا نہ مانو تو مطلب بھی بتا دیتا ہوں، دراصل یہ حامد، سرور اور ناز نہیں ہیں، اب صورتِ حال ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ ان کا تعارف کرا ہی دینا ہی بہتر ہے۔"

"کیا مطلب؟" اختر عابدی زور سے چونکا۔

"دراصل یہ انسپکٹر جمشید کے بچے محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔"

"کیا!!" نہ صرف اختر عابدی بلکہ اعجاز کریم کے منہ سے بھی نکلا۔ اور ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

---

www.urdufanz.com

شیفہ

"میں نے ان کے بارے میں اخبارات میں بہت کچھ پڑھا ہے۔" نواب اعجاز کریم نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور میں نے بھی!" اختر عابدی بولے۔

"تب پھر یہی بہتر ہو گا کہ ہم معاملہ ان کے سپرد کر دیں۔" اعجاز کریم بولا۔

"لیکن اس کے لیے ہماری شرط یہ ہو گی کہ آپ سے جو سوال بھی کیا جائے، آپ اس کا سچ سچ جواب دیں۔" محمود نے کہا۔

"ہمیں منظور ہے۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"تو پھر سب سے پہلے ہم بیس سال پہلے کے اخبارات کا مطالعہ کریں گے، اس وقت جو کچھ بھی اخبارات میں شائع ہوا، وہ غور سے پڑھیں گے، اس کے بعد ان بیانات اور خبروں کی روشنی میں آپ دونوں سے سوالات کیے جائیں گے اور اختر عابدی صاحب، یہ بات یاد رکھیے کہ

اگر ہماری تفتیش کے نتیجے میں آپ مجرم ثابت ہوئے تو ہم یا انکل خان رحمان کچھ بھی نہیں کر سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے، اس صورت میں آپ لوگ معاملہ قانون کے حوالے کر سکتے ہیں۔" اختر عابدی نے کہا۔

"تو پھر نکالیے وہ اخبارات اور جو کچھ بھی آپ کے پاس موجود ہے۔" محمود نے اعجاز کریم سے کہا۔

اعجاز کریم نے اپنے چھوٹے سے سوٹ کیس میں سے خاکی رنگ کا ایک لفافہ نکالا اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے لفافے میں موجود کاغذات کو ایک نظر دیکھا اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ہم ایک الگ کمرے میں ان سب کو غور سے پڑھیں گے، کچھ خاص خاص باتیں ایک الگ کاغذ پر نوٹ کریں گے اور اس کے بعد آپ دونوں سے چند سوالات کیے جائیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکل آئے اور اس کمرے میں آئے جہاں اختر عابدی کے ہاتھ کی بنائی ہوئی نواب اعجاز کریم کی تصویر لگی تھی۔ انہوں نے اخبارات کھولے اور خبروں کو غور سے پڑھنے لگے۔ انہوں نے ایک ایک لفظ غور سے پڑھا۔ اخبارات اور ڈاکٹری سرٹیفکیٹ اور شیفہ کے بیانات کی رو سے نواب اعجاز کریم کا بیان بالکل

www.urdufanz.com

درست نظر آتا تھا اور ان کی موجودگی میں اختر عابدی سو فیصد مجرم معلوم ہوتا تھا اور وہ یہ فیصلہ سنانے کے بارے میں غور کر ہی رہے تھے کہ محمود نے ایک عجیب بات نوٹ کی، وہ چونکا اور فاروق اور فرزانہ سے بولا:

"تم نے شاید ایک بات پر غور نہیں کیا۔"

"وہ کیا بات ہے، تم بتا دو، اب غور کر لیتے ہیں۔" فاروق بولا۔

"اخبارات میں شیفے کا جو بیان چھپا ہے، اس کی رو سے اس نے اختر عابدی کو خنجر اعجاز کریم کی کمر میں گھونپتے خود دیکھا تھا جب کہ اختر عابدی کا کہنا یہ ہے کہ جب وہ خنجر اعجاز کریم کی کمر سے نکال چکا تھا، اس وقت ملازم شیفہ اندر داخل ہوا تھا۔" فرزانہ نے فکرمند لہجے میں کہا۔

"اب اگر اختر عابدی کا بیان درست ہے تو وہ قاتلانہ حملے کے مجرم نہیں ہو سکتے اور اگر ملازم شیفے کا بیان درست ہے تو پھر یہ مجرم ہیں۔" محمود نے کہا۔

"ہوں! بات تو ٹھیک ہے، سوال یہ ہے کہ ہم شیفے کو کہاں تلاش کریں۔"

"اس کے بارے میں نواب اعجاز کریم سے معلوم کیا جائے گا۔ خدا جانے وہ زندہ بھی ہے یا نہیں اور زندہ ہے تو

کہاں ہے۔" فرزانہ بولی۔

"اب ایک اور بات، اختر عابدی نے نواب صاحب کی جو تصویر اپنے ہاتھ سے بنائی، اس میں تصویر کے چہرے پر بھری بھری ڈاڑھی موجود ہے، اس میں تمام بال کالے ہیں، اب اس وقت نواب اعجاز کریم کے چہرے پر جو ڈاڑھی ہے، وہ اگرچہ بھری بھری ہے، لیکن اس میں زیادہ بال سفید ہیں۔" محمود نے کہا۔

"تو کیا تمہارے خیال میں بیس سال بعد بھی بال کالے ہی رہنے چاہییں تھے جب کہ انہوں نے عیش و آرام کی زندگی کو خیرباد کہہ کر شہر شہر کی خاک چھاننے میں یہ بیس سال گزارے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ اختر عابدی نے یہ تصویر کب بنائی۔ اگر یہ آج سے تقریباً بیس سال پہلے کی ہے تو پھر تو ٹھیک ہے، لیکن اگر آج کل میں بنائی گئی ہے تو پھر اس میں ڈاڑھی کے بال زیادہ تر سفید ہونے چاہییں تھے۔" فاروق نے جواب میں کہا۔

"تصویر کے فریم کو دیکھ کر تو یہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کئی سال پرانی ہے۔"

"خیر! اس کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔" محمود نے کہا۔

www.urdufanz.com

اس کے بعد انہوں نے ڈاکٹر کی رپورٹ پڑھی۔ اس کے مطابق خنجر دل کو نہیں چھو سکا تھا، ورنہ شاید اعجاز کریم اس وقت زندہ نہ ہوتے، تاہم یہ بات یقینی ہے کہ قاتلانہ حملہ کرنے والے نے اپنی طرف سے انہیں ختم کرنے کی پوری پوری کوشش کی تھی۔ خنجر کے دستے پر اختر عابدی کی انگلیوں کے نشانات بالکل صاف پائے گئے تھے اور چونکہ وہ موقع واردات سے غائب بھی ہو گئے تھے، اس لیے پولیس نے فوراً ہی انہیں قاتل قرار دے دیا تھا، یہ اور بات ہے کہ اگر وہ گرفتار ہو جاتے تو صرف قاتلانہ حملے کے ہی مجرم گردانے جاتے۔

آخر وہ کمرے سے نکل کر پھر ڈرائنگ روم میں پہنچے۔ یہاں اختر عابدی، اعجاز کریم اور خان رحمان اس طرح سر جھکائے بیٹھے تھے جیسے سوائے سوچنے کے انہیں دنیا میں کوئی کام ہی نہ ہو۔ ان کے قدموں کی آواز سن کر انہوں نے ایک ساتھ سر اوپر اٹھائے۔

"ہم نے سارے اخبارات اور رپورٹیں پڑھ لی ہیں، ان کی رو سے تو اختر عابدی صاحب ہی مجرم ہیں۔ اب ہم صرف دو ایک سوال کریں گے اور اس کے بعد اپنا فیصلہ سنا دیں گے۔" محمود نے اندر قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی!" اختر عابدی نے پریشان ہو کر کہا۔

"جی ہاں! اس میں تو سرے سے کوئی الجھن ہے ہی نہیں۔"

"یا اللہ رحم! مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ مجھے مجرم ثابت کرنے والے ہوں۔" اختر عابدی بوکھلا اٹھا۔

"پہلا سوال نواب اعجاز کریم سے ہے، جس وقت کا یہ واقعہ ہے، کیا ان دنوں بھی آپ کی ڈاڑھی اتنی ہی گھنی تھی۔" محمود بولا۔

"ڈاڑھی — کیا مطلب؟" اعجاز کریم چونکا۔

"ڈاڑھی کا مطلب تو جناب ڈاڑھی ہی ہوتا ہے۔" فاروق نے سہمی صورت بنا کر کہا۔

"لیکن میرے چہرے پر ان دنوں ڈاڑھی کہاں تھی، یہ آپ سے کس نے کہا۔"

"اختر عابدی صاحب نے ہاتھ سے آپ کی جو تصویر بنائی ہے، اس تصویر میں آپ کے چہرے پر ڈاڑھی بھی ہے اور یہ ڈاڑھی بہت گھنی ہے، اس میں کوئی بال سفید نہیں۔" فرزانہ نے تیزی سے کہا۔

"حیرت ہے، اس زمانے میں میں نے ڈاڑھی رکھی ہی نہیں تھی۔" اعجاز کریم کے منہ سے نکلا۔

"عابدی صاحب! اس سلسلے میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

"مجھے اپنے دوست سے بہت محبت تھی، اچانک ہی مجھے

www.urdufanz.com

اس کی لاش دیکھنا پڑی اور پھر اپنی جان بچا کر بھاگنا بھی پڑا۔ بھاگتے بھاگتے، اس شہر میں پہنچا، حالات بہتر ہوتے تو یہ مکان بنوایا، میں ایک اچھا آرٹسٹ بھی ہوں، شوقیہ تصاویر بناتا رہتا تھا، ایک دن جی میں آئی تو اعجاز کریم کی تصویر بھی بنا ڈالی، لیکن پھر خیال آیا، کوئی اس تصویر کو مقتول کی حیثیت سے پہچان نہ لے، اس لیے میں نے اس کے چہرے پر گھنی ڈاڑھی بنا دی۔"

"کیا آپ کو اپنے ملازم شیفے کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟" فرزانہ نے اعجاز کریم سے سوال کیا۔

"میں نے جب اپنی حویلی فروخت کی تو سب ملازموں کو بھی چھٹی دے دی تھی اور پھر اس شہر سے نکل آیا تھا، لہٰذا اب میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہوں گے، مجھے ان میں سے کسی کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں۔"

"دراصل اخبار میں شیفے کا یہ بیان شائع ہوا تھا کہ اس نے خود اختر عابدی کو خنجر مارتے دیکھا ہے، جب کہ ان کا بیان یہ ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا اور خنجر انہوں نے کمر سے نکالا تھا، اگر ان کا بیان صحیح ہے تو شیفے نے غلط بیانی کیوں کی اور اگر شیفے کا بیان درست ہے تو پھر اختر عابدی صاحب سو فیصد مجرم ہیں۔"

"لیکن اب شیفے کو کہاں ڈھونڈا جائے، اس کو کہاں سے لایا جائے۔" اختر عابدی بولا۔

"ٹھیک ہے، اگر آپ لوگ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے تو میں پولیس اسٹیشن چلا جاتا ہوں۔" اعجاز کریم نے کہا۔

"جلدی نہ کیجیے..... ابھی ہم مایوس نہیں ہوئے، دراصل ہمیں اس تصویر نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ تصویر کی موجودگی عابدی صاحب کو مجرم ماننے میں رکاوٹ پیدا کر رہی ہے۔" محمود نے کہا۔

"کمال ہے، بھلا تصویر کس طرح رکاوٹ ڈال سکتی ہے؟" اعجاز کریم نے کہا۔

"اگر عابدی صاحب نے آپ کو ہیرے حاصل کرنے کے لالچ میں قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور اپنے خیال میں کر بھی دیا تھا تو وہ کون سا جذبہ تھا جس کے تحت انہوں نے آپ کی تصویر بنائی، اتنی محنت سے کوئی آرٹسٹ اسی آدمی کی تصویر بناتا ہے جس سے اسے زبردست قسم کا لگاؤ ہو۔" محمود نے کہا۔

"ہو سکتا ہے، انہوں نے کسی ایسے ہی دن کے خوف سے تصویر بنائی ہو کہ اس سے ان کی بے گناہی ثابت ہو سکے۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

www.urdufanz.com

"بالکل یہی بات ہو سکتی ہے۔" نواب اعجاز کریم جلدی سے بولا۔

"اس خیال سے اگر تصویر بنائی جاتی تو تصویر اس قدر شاندار نہیں بن سکتی تھی۔ آپ خود چل کر تصویر دیکھ سکتے ہیں۔" محمود نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

وہ تصویر والے کمرے میں آئے اور اعجاز کریم کے ساتھ خان رحمان بھی تصویر کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے اور پھر اعجاز کریم کے منہ سے نکلا:

"میرا قاتل میری تصویر اتنے پیار سے نہیں بنا سکتا۔"

اعجاز کریم کے منہ سے انہیں یہ جملہ سننے کی امید نہیں تھی۔ انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

"یہی تو ہم کہتے ہیں، آپ پولیس کے پاس جانے کی کوشش نہ کریں۔" محمود نے چند لمحے بعد کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اگر میرا دوست مجرم نہیں ہے تو پھر مجھ پر حملہ کس نے کیا تھا۔" اعجاز کریم نے کہا۔

"یہ ضروری بھی نہیں کہ یہ مجرم نہ ہوں، ہو سکتا ہے، مجرم یہی ہوں، لیکن اس راز کی تہہ تک پہنچنے کے لیے ہمیں بیس سال پہلے کے زمانے میں جانا پڑے گا..... اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے والد صاحب کو یہاں بلا لیا جائے، اب ہمیں کیا کرنا ہوگا، یہ وہی بتا سکیں گے۔"

"اب مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اعجاز کریم نے کہا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات، دوستانہ فضا میں جو بات طے ہو جاتی ہے، وہ بہتر ہے، چلو بھئی محمود کرو جمشید کو فون۔"

"جی بہت اچھا!" محمود نے کہا اور قریب ہی رکھے فون پر جھک گیا۔

آدھ گھنٹے بعد انسپکٹر جمشید وہاں موجود تھے اور تفصیل سے سارے حالات سن رہے تھے۔ کاغذات بھی دیکھ چکے تھے، سارے حالات سننے کے بعد وہ مسکرائے اور محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف مڑے:

"یہ بات ثابت ہو گئی کہ تم لوگ جہاں جاؤ گے، وہاں کوئی نہ کوئی معاملہ ضرور پیش آئے گا، خیر میں ابھی بندوبست کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ فون کی طرف بڑھے اور پھر نواب اعجاز کریم سے ان کے بیس سال پہلے کے شہر کا نام اور تھانے

www.urdufanz.com

کا نام معلوم کیا۔

اب انہوں نے فون پر کسی کے نمبر گھمائے اور بولے :

" ہاں ! مجھے اس شہر کے تھانہ پرانا قلعہ سے بات کرنی ہے ، یہ گفتگو لمبی ہو گی۔"

" جی بہتر !" دوسری طرف سے آواز آئی اور انسپکٹر جمشید انتظار کرنے لگے۔

تقریباً آدھ گھنٹے بعد آواز آئی :

" لیجیے ! تھانہ پرانا قلعہ سے بات کیجیے۔"

" ہیلو !" انسپکٹر جمشید بولے۔

" ہیلو ! یہ تھانہ پرانا قلعہ ہے ، میں اس کا انچارج انیس خان بول رہا ہوں ، آپ کون ہیں ؟" ایک بھاری بھرکم آواز آئی۔

" مجھے انسپکٹر جمشید کہتے ہیں ، شاید آپ نے میرا نام سنا ہو گا۔"

" اوہو ..... یہ آپ ہیں۔" دوسری طرف سے حیرت زدہ لہجے میں کہا گیا۔

" ہاں ! مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے ، کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ بیس سال پہلے اس تھانے کا انچارج کون تھا ؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

" میں جب سے تھانے دار بنا ہوں ، اسی تھانے میں رہا ہوں اور مجھے تھانے دار بنے تقریباً پچیس سال ہو چکے ہیں۔"

" بہت خوب ! یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اب ذرا اپنے ذہن کو بیس سال پہلے کے زمانے میں لے جائیے اور یاد کیجیے کہ آپ کے حلقے میں نواب اعجاز کریم کی حویلی تھی اور اس حویلی میں ان پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا ، تاہم وہ بچ گئے تھے ، اگرچہ شروع میں انہیں مردہ خیال کر لیا گیا تھا۔ اور ان کے قتل کی خبر اخبار میں بھی شائع ہو گئی تھی ، لیکن بعد میں وہ جی اٹھے تھے اور ان کی درخواست پر ان کے بچ جانے کی خبر کو چھپا لیا گیا تھا۔ کیا آپ کو یہ باتیں یاد ہیں یا میرے یاد کرانے پر یاد آ گئی ہیں۔" انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

" یہ باتیں تو مجھے آج بھی اسی طرح یاد ہیں جیسے یہ کل کی بات ہو ، اس کیس کا انچارج بھی آخر میں ہی تھا۔" انیس خان نے کہا۔

" بہت خوب ! یہ اور بھی اچھی بات ہے ، آپ کو یہ بھی یاد ہو گا کہ نواب صاحب کے ایک ملازم کا نام شیفا تھا ، اس نے یہ بیان دیا تھا کہ اس نے خود اختر عابدی کو خنجر نواب صاحب کی کمر میں گھونپتے دیکھا تھا۔"

www.urdufanz.com

"مجھے یہ بھی بہت اچھی طرح یاد ہے۔"

"کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اب شیفا کہاں رہتا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے، یہ بات مجھے نہیں معلوم۔"

"بس مجھے آپ سے یہی کام ہے کہ شیفا اور اس وقت کے دوسرے ملازموں کے بارے میں اگر کہیں سے کچھ معلوم ہو جائے تو مجھے فون کر دیں۔"

"لیکن.... یہ بیس سال بعد اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔" انیس خان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ضرورت اس طرح پیش آ گئی کہ نواب اعجاز کریم صاحب نے اختر عابدی صاحب کو تلاش کر لیا ہے، وہ یہاں دارالحکومت میں رہتے ہیں، لیکن ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے نواب صاحب پر ہرگز حملہ نہیں کیا تھا۔" انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

"وہ غلط کہہ رہے ہیں، ان کے خلاف ہم نے مکمل ثبوت حاصل کر لیا تھا، لیکن انہیں تلاش نہ کر سکے۔" انیس خان نے کہا۔

"خیر! اب یہ کیس میرے ہاتھ میں ہے اور میں ضرور اصل بات معلوم کر کے رہوں گا، لیکن اس کے لیے مجھے آپ کا تعاون چاہیے۔"

"آپ فکر نہ کریں، میں ابھی سے کوشش شروع کرتا ہوں اور جونہی کچھ معلوم کرنے میں کامیاب ہوا، آپ کو فون کر دوں گا، آپ اپنا نمبر بتا دیں۔"

"یہ جونہی والی بات تو ٹھیک نہیں، آپ کل کا کوئی وقت مقرر کر لیں اور اس وقت فون کریں۔"

"اچھی بات ہے، تو پھر میں کل شام کو فون کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ! یہ ہوئی نا بات۔" یہ کہہ کر انہوں نے اپنے نمبر بتا دیے۔

سلسلہ بند ہونے پر وہ ان کی طرف مڑے:

"اب کل شام تک ہمیں اس سلسلے میں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں، لہٰذا ہم اجازت چاہیں گے اور آپ دونوں سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اچھے دوستوں کی طرح یہ رات گزاریں۔"

"ٹھیک ہے، آپ فکر نہ کریں۔" نواب اعجاز کریم بولا۔ جب سے اس نے تصویر دیکھی تھی اس کے انتقام کی آگ کچھ سرد سی پڑ گئی تھی۔

دوسرے دن ٹھیک چار بجے انیس خان کا فون موصول ہوا۔ اس نے کہا:

"انسپکٹر صاحب! مجھے افسوس ہے، شیفے یا کسی دوسرے ملازم کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔"

"اوہ!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

www.urdufanz.com

دُوسرا لفافہ

انسپکٹر جمشید نے ریسیور رکھ دیا اور ان سے بولے:
"تھانے دار انیس خان کچھ معلوم نہیں کر سکے۔"
"پھر اب کیا ہو گا؟" خان رحمان کے منہ سے نکلا۔
"اب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ میں وہاں تفتیش کی غرض سے خود جاؤں۔"
"اور ہم بھی ان کے ساتھ جائیں گے۔" فاروق جلدی سے بولا۔
"یہ آپ لوگوں کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہو گا، بیس سال سے جو میں در بدر پھر رہا ہوں، میری قسمت کا یہ چکر ختم ہو جائے گا۔ لیکن مجھے افسوس ہے، میں آپ لوگوں کو خاطر خواہ سفر خرچ نہیں دے سکوں گا۔ میں نے حویلی اور دوسری چیزیں فروخت کر کے جو کچھ نقدی حاصل کی تھی اس میں سے اب صرف چند ہزار روپے بچے ہیں، وہ میں آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔" نواب اعجاز

کریم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔
"ہم کوئی پرائیویٹ جاسوس نہیں ہیں، آپ اس کی فکر نہ کریں، یہ سفر میں اپنے خرچ پر کروں گا۔ خان رحمان کے دوست میرے دوست ہیں۔"
"سوال یہ ہے کہ آپ وہاں جا کر کس طرح شفیقے یا کسی دوسرے ملازم کو تلاش کریں گے۔"
"یہ میرا کام ہے، ویسے میں یہ زیادہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ آپ حضرات بھی ہمارے ساتھ چلیں۔"
"مجھے کوئی اعتراض نہیں!" اختر عابدی نے فوراً کہا۔
"اور آپ کا کیا خیال ہے؟" انسپکٹر جمشید نے نواب اعجاز کریم سے پوچھا۔
"بیس سال بعد اپنے شہر میں جانا بہت عجیب سا لگتا ہے، تاہم میں بھی تیار ہوں۔"
"بس تو پھر ٹھیک ہے، ہم سب کل کی پرواز سے روانہ ہو جائیں گے۔"
"جمشید! تم مجھے تو بھول ہی گئے، بھئی میں بھی چلوں گا۔" خان رحمان مسکرائے۔
"اوہ! ہاں ضرور، اس معاملے میں ہمیں گھسیٹنے والے آخر

www.urdufanz.com

تم ہی تو ہو۔" انسپکٹر جمشید بھی مسکرائے۔

دوسرے دن وہ جہاز میں بیٹھے نواب اعجاز کریم کے شہر کا رُخ کر رہے تھے اور اس طرح اگرچہ یہ ایک سیدھا سادا کیس تھا، لیکن اسے فوری طور پر حل نہیں کر سکے تھے۔

ٹھیک دو گھنٹے بعد وہ اس شہر کے ایئر پورٹ پر اُتر رہے تھے اور پھر وہاں سے شہر کے بہترین ہوٹل کی طرف ایک ٹیکسی میں بیٹھے جا رہے تھے۔

"بہتر یہ ہوگا کہ نواب صاحب اور عابدی صاحب ہوٹل کے کمروں سے باہر نہ نکلیں، جب ضرورت ہو گی، ان کے چہروں میں معمولی سی تبدیلی کر کے انہیں لے جایا جا سکے گا۔" فرزانہ نے خیال پیش کیا۔

"ہاں! یہ بہتر رہے گا، کیوں کہ اگر عابدی صاحب مجرم نہیں ہیں تو پھر ظاہر ہے، مجرم کوئی اور ہے اور اگر وہ اس شہر میں ہی رہتا ہے تو پھر اس کی نظر ان لوگوں پر پڑ سکتی ہے اور انہیں ایک جگہ دیکھنے پر وہ ضرور چونکے گا اور ہوشیار ہو جائے گا۔" محمود بولا۔

"ٹھیک ہے، ایسا ہی کیا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

ہوٹل بلیومون میں تین کمرے کرائے پر لیے گئے۔ خان رحمان، اختر عابدی اور نواب اعجاز کریم کو کمروں میں چھوڑ کر وہ فوراً تھانہ پرانا قلعہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

پرانا قلعہ اس علاقے کا نام تھا جس میں کبھی نواب اعجاز کریم کی حویلی تھی۔ حویلی تو اب بھی موجود تھی، لیکن اب اس کا مالک کوئی اور تھا۔

تھانے دار انیس خان نے انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور جب اس کی حیرت کسی طرح بھی دُور نہ ہو سکی تو فاروق سے رہا نہ گیا، وہ کہہ اٹھا:

"جناب تھانے دار صاحب! کچھ حیرت بچا کر بھی رکھ لیں، کیونکہ ابھی اور بھی موقعے آئیں گے حیران ہونے کے۔"

وہ ایک بوڑھا سا آدمی تھا، ڈاڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے اور شاید ریٹائر ہونے والا تھا۔

"میں [illegible] نہیں سکتا تھا کہ آپ یہاں پہنچ جائیں گے۔" انہیں [illegible] حیران ہو کر کہا۔

"اگر آپ نے شیشے یا کسی اور ملازم کا پتا لگا لیا ہوتا تو شاید ہمیں نہ آنا پڑتا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"مجھے بہت افسوس ہے۔"

"خیر کوئی بات نہیں، اچھا یہ بتائیے، نواب صاحب

www.urdufanz.com

کی حویلی اب کس کے قبضے میں ہے۔"

"شفیع الدولہ صاحب نامی ایک صاحب ہیں۔ بڑے رعب اور دبدبے سے رہتے ہیں۔"

"کیا انہوں نے ہی حویلی نواب اعجاز کریم سے خریدی تھی۔"

"جی نہیں! وہ تو کسی اور کے ہاتھ بیچ گئے تھے، اس کے بعد انہوں نے اس سے خرید لی تھی۔ شاید اس کا نام آغا نوازش علی تھا۔"

"بہت خوب! اور اب اس حویلی میں اس زمانے کا کوئی ملازم نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔" وہ بولا۔

"خیر! میں حویلی کے موجودہ مالک سے ملنا چاہتا ہوں، تاکہ اس سے پہلے خریدار کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے، شاید پہلے خریدار کو کسی ملازم کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

"اوہ واقعی! میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔"

"تو کیا میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟" انیس خان نے پوچھا۔

"یہ اور اچھا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے، میں تیار ہوں، ویسے آپ اختر عابدی کو

اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔"

"ہاں! نہ صرف اختر عابدی کو، بلکہ نواب اعجاز کریم کو بھی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں نے انہیں بیس سال پہلے دیکھا تھا، حویلی میں میرا بھی آنا جانا تھا۔" انیس خان نے کہا۔

"پھر تو آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ دونوں کی دوستی کس حد تک مثالی تھی اور کیا آپ کے خیال میں اختر عابدی اپنے دوست کو ختم کرنے کا پروگرام بنا سکتا تھا۔"

"انہیں ایک ساتھ دیکھنے والا کبھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو ختم کرنے کے بارے میں سوچ بھی سکتا ہے۔"

"بہت خوب! اب آپ ہمارے ساتھ چلیے۔"

حویلی تھانے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی، اس لیے وہ پیدل ہی چل پڑے۔ دور سے ہی حویلی کے آثار نظر آنے لگے۔ یہ پرانے وقتوں کی ایک عظیم الشان یادگار تھی۔ نزدیک پہنچنے پر انہوں نے حویلی کے دروازے کو حیران ہو کر دیکھا، وہ تو کسی قلعے کا دروازہ تھا۔ دروازے پر ایک چوکیدار بیٹھا تھا۔ تھانے دار کو دیکھ کر وہ فوراً کھڑا ہو گیا:

"آئیے خان صاحب!"

www.urdufanz.com

"شفیع الدولہ صاحب ہیں؟"

"جی ہاں! موجود ہیں۔" اس نے کہا۔

"انہیں جا کر اطلاع دو کہ کچھ لوگ ان سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔"

"جی بہتر!" اس نے کہا اور بڑے دروازے میں بنے چھوٹے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

"کیا یہ شفیع الدولہ بھی کوئی نواب ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"اس بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔" انیس خان نے کہا۔

"پہلے خریدار آغا نوازش علی کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"نہیں! میں نے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی، کیونکہ نواب اعجاز کریم کے کیس کا بھلا ان سے کیا تعلق ہو سکتا تھا۔" انیس خان نے جواب دیا۔

"ہوں۔"

اسی وقت قدموں کی چاپ سنائی دی۔ چوکیدار دروازے سے نکل کر باہر آیا اور بولا:

"آپ لوگ اندر جا سکتے ہیں، مالک اپنے کمرے میں ہیں۔"

"شکریہ!" انیس خان نے کہا اور ان کے ساتھ اندر

داخل ہو گیا۔

اب ان کے سامنے ایک پختہ روش تھی، وہ روش پر چلنے لگے:

"بیس سال بعد اندر داخل ہوا ہوں۔" انیس خان نے سرد آہ بھری، اور انسپکٹر جمشید چونک کر اسے دیکھنے لگے، انہیں انیس خان کی یہ بات عجیب سی لگی تھی۔ چند سیکنڈ کے بعد انہوں نے پوچھا:

"اس کا مطلب ہے، آپ نواب اعجاز کریم کے حویلی فروخت کرنے کے بعد یہاں بالکل نہیں آئے۔"

"جی نہیں!" وہ بولا۔

"تب پھر دروازے پر موجود چوکیدار آپ کو دیکھتے ہی کیوں اٹھ کھڑا ہوا تھا جب کہ آپ وردی میں نہیں تھے۔" انسپکٹر جمشید نے چبھتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اس لیے کہ یہ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہے، پہلے جیب کترا تھا، کئی بار پکڑا گیا، سزا ہوئی، آخر برے کام چھوڑنے پر مجبور ہو گیا اور میرے پاس آیا کہ کہیں کوئی ملازمت دلوا دوں، میں نے اسے سفارشی خط دے کر یہاں بھیج دیا تھا اور یہ ملازم ہو گیا تھا۔ بعد میں یہ شکریہ بھی ادا کرنے آیا تھا۔" انیس خان نے وجہ بتائی۔ لیکن نہ جانے

www.urdufanz.com

کیوں انسپکٹر جمشید کو یہ وجہ کچھ دل کو نہیں لگی اور وہ سوچ میں ڈوب گئے۔ آخر انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ انیس خان کی بھی نگرانی کرائی جانی چاہیے۔

روشن ختم ہونے کے بعد انہوں نے ایک بڑے سے صحن کو عبور کیا اور پھر برآمدے پر چڑھ کر بائیں ہاتھ مڑ گئے۔ انیس خان ان کے آگے آگے چل رہا تھا:

"آپ کو یہ کس طرح معلوم ہے کہ شفیع الدولہ کا کمرہ کونسا ہے۔" اچانک فرزانہ نے سوال کیا اور وہ ایک بار پھر چونکے، کیونکہ چوکیدار نے جب یہ کہا تھا کہ مالک اپنے کمرے میں ہیں تو اس کا انداز بھی ایسا ہی تھا جیسے انیس خان یہاں باقاعدگی سے آتا رہا ہو۔

"ظاہر ہے، انہوں نے اپنے لیے وہی کمرہ چنا ہوگا جس میں کبھی اعجاز کریم رہا کرتے تھے، کیونکہ وہ کمرہ حویلی کا سب سے بہترین کمرہ تھا۔" انیس خان بولا۔ جواب معقول تھا، لیکن انہیں پھر بھی عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔

آخر انیس خان ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔ اس نے بند دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک کھردری سی آواز آئی:

"آئیے، دروازہ اندر سے بند نہیں ہے۔"

وہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک شاہی کمروں کی قسم کا کمرہ تھا۔ ٹھاٹھ باٹھ نرالے تھے، ہر چیز سے دولت پن کا احساس ہوتا تھا، کمرے کے آخری سرے پر ایک تخت پر ایک موٹا تازہ آدمی بیٹھا تھا، اس کے سر کے بال اگرچہ سفید تھے لیکن چہرے پر بڑھاپے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اس کی ناک پھولی ہوئی تھی۔ اس کے پورے جسم میں اگر کوئی خاص بات تھی تو وہ اس کا موٹاپا تھا۔

"تو آپ ہیں انیس خان، فضل دین آپ کا بہت ذکر کرتا رہتا ہے۔" وہی کھردری آواز پھر ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"آئیے، تشریف رکھیے۔" اس نے اٹھے بغیر ایک لمحے رک کر کہا۔

"اس وقت دراصل میں آپ سے ملنے نہیں آیا، بلکہ یہ لوگ آئے ہیں، اور یہ دارالحکومت سے آئے ہیں۔" انیس خان نے کہا۔

"اوہو! ایسی کیا خاص بات ہے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اس حویلی کے بارے میں کچھ معلوم کرنا ہے، آپ نے

www.urdufanz.com

یہ آغا نوازش علی سے خریدی تھی، یہ ٹھیک ہے نا۔" انسپکٹر جمشید نے پہلا سوال کیا، اس وقت تک وہ تخت کے دائیں بائیں بچھی شاہانہ کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔

"بالکل ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔

"آپ کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے کہ اب وہ کہاں رہتے ہیں؟"

"جی نہیں! بھلا مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے، میں نے آج سے تیرہ سال پہلے یہ حویلی خریدی تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ آغا نوازش علی اس حویلی میں سات سال رہے۔ خیر! کیا اس زمانے کا کوئی ملازم ابھی تک حویلی میں موجود ہے۔"

"جی نہیں! میں نے حویلی خریدنے کے بعد پرانے ملازموں کو چھٹی دے دی تھی اور بالکل نئے ملازم رکھے تھے۔"

"آپ نے ایسا کیوں کیا تھا۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کیوں! کیا یہ کوئی غیر قانونی کام تھا۔" اس نے تنک کر کہا۔

"نہیں! یہ بات نہیں، لیکن پرانے ملازموں کو نکالنے کی کوئی وجہ تو ہو گی۔"

"بس میں نے انہیں رکھنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔" شفیع الدولہ

نے کندھے اچکائے۔

"خیر! یہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے، حویلی کی رجسٹری پر تو آغا نوازش علی نے اپنا کوئی پتا لکھوایا ہو گا۔" انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ضرور لکھوایا تھا، مجھے یاد پڑتا ہے، وہ کسی دیہات کا پتا تھا۔"

"تب پھر آپ ہمیں وہ کاغذات دکھا دیں، ہم ان سے وہ پتا نوٹ کر لیں گے، آپ کو زحمت تو ہو گی۔"

"نہیں کوئی بات نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور کمرے میں نصب ایک لوہے کی الماری کھولی، اس میں کچھ دیر مختلف کاغذات دیکھتا رہا، پھر ایک خاکی رنگ کا لفافہ نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا۔

خاکی لفافے پر فرزانہ کی نظر پڑی تو وہ کسی سوچ میں گم ہو گئی، فوراً ہی اس نے محسوس کیا، یہ خاکی لفافہ اس کے ذہن میں بری طرح چبھ رہا ہے۔ ادھر انسپکٹر جمشید لفافے میں سے کاغذات نکال چکے تھے اور انہیں پڑھ رہے تھے، پھر ایک جگہ رک کر انہوں نے پتا نوٹ کیا اور بقیہ حصوں پر سرسری نظر ڈال کر کاغذات لفافے میں واپس رکھ دیے، پھر شفیع الدولہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

www.urdufanz.com

"آپ نے یہ نہیں بتایا کہ معاملہ کیا ہے۔" شفیع الدولہ نے کسی قدر پریشان ہو کر کہا۔

"بیس سال پرانا معاملہ ہے، آپ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔" اس لیے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس کے باوجود اگر آپ الجھن محسوس کریں تو انیس خان صاحب سے بعد میں معلوم کر لیجیے گا، اس وقت تو ہم کچھ بھی بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔" وہ بولا۔

اور وہ اس سے رخصت ہو کر حویلی سے باہر نکل آئے، یہاں انہوں نے انیس خان کا بھی شکریہ ادا کیا اور ایک ٹیکسی میں اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہوئے۔

"ابا جان! وہ لفافہ میرے ذہن میں کھد بد مچا رہا ہے۔"

"تمہارا ذہن ہے یا ہانڈی اور یہ لفافہ کوئی سوئی گیس کا چولہا تو نہیں تھا۔" فاروقی بولا۔

"تم چپ رہو، ابا جان! آپ کا کیا خیال ہے، ہم ایسا لفافہ اس سے پہلے کہاں دیکھ چکے ہیں۔"

"سچ بات یہ ہے بھئی... کہ لفافہ دیکھ کر خود میں بھی چونکا تھا، ویسے یہ مجھے بھی یاد نہیں آ رہا کہ میں نے اس قسم کا لفافہ پہلے کہاں دیکھا ہے۔"

"اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو یاد کرا دوں۔" فاروقی نے شریر لہجے میں کہا۔

"جلدی بتاؤ! ہم خاکی لفافہ کہاں دیکھ چکے ہیں۔"

"نواب اعجاز کریم نے ہمیں جو کاغذات دکھائے تھے، وہ ایک خاکی لفافے میں ہی تھے اور وہ خاکی لفافہ بالکل ایسا ہی تھا جیسا ہم ابھی ابھی شفیع الدولہ کے پاس دیکھ چکے ہیں۔"

"اوہ!" محمود، فرزانہ، خان رحمان اور انسپکٹر جمشید کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

---

www.urdufanz.com

دو فائر

ہوٹل پہنچتے ہی انسپکٹر جمشید نے نواب اعجاز کریم سے کہا:

"ذرا اپنا وہ لفافہ دکھائیے جس میں آپ نے کاغذات رکھے ہوتے ہیں۔"

"کیوں! لفافے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"پہلے آپ لفافہ دکھائیں!"

اعجاز کریم نے اپنے سوٹ کیس میں سے لفافہ کاغذات سمیت نکال کر انہیں دے دیا۔ یہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا شفیع الدولہ کے ہاں دیکھ چکے تھے۔

"یہ لفافہ آپ نے کہاں سے لیا تھا؟"

"آخر بات کیا ہے؟" نواب اعجاز کریم نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"پہلے میرے سوال کا جواب دیں۔"

"یہ لفافہ بیس سال پرانا ہے، جب میں نے حویلی کو

خیرباد کہا تو اس قسم کے کچھ لفافے میرے پاس تھے۔ میں نے کاغذات رکھنے کے لیے ان میں سے ایک لفافہ لے لیا تھا۔ اس وقت سے یہ میرے پاس ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ کافی پرانا ہو گیا ہے، لیکن چونکہ یہ ہمیشہ میرے سوٹ کیس میں کپڑوں کے درمیان رہا ہے، اس لیے حالت خراب نہیں ہوئی، اب بتائیے بات کیا ہے؟"

"باقی لفافے آپ نے حویلی میں ہی چھوڑ دیے تھے۔"

"ہاں! اور کیا کرتا۔"

"اس کا مطلب ہے آپ غیر ضروری سامان وہیں چھوڑ آئے تھے۔"

"یہ ٹھیک ہے، لیکن آپ نے بتایا نہیں، ماجرا کیا ہے؟"

"ہم نے ایسا ہی ایک لفافہ شفیع الدولہ کے پاس دیکھا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے جواب میں کہا۔

"شفیع الدولہ کون؟" اعجاز کریم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"حویلی کا تیسرا مالک، آپ سے حویلی آغا نوازش علی نے خریدی تھی، اس سے شفیع الدولہ نے خریدی، اس بات پر مجھے حیرت ہے، آپ تو خیر انتقام کے چکر میں بہت سی چیزیں حویلی میں ہی چھوڑ کر چلے گئے تھے، لیکن جب آغا نوازش علی نے حویلی فروخت کی تو اس نے بھی شاید بہت سی

www.urdufanz.com

چیزیں حویلی میں چھوڑ دیں، ورنہ ایسا ہی لفافہ شفیع الدولہ کے استعمال میں نہ ہوتا۔"

"لیکن اس کی اہمیت کیا ہے۔" نواب اعجاز کریم نے پریشان ہو کر کہا۔

"ایک کیس کے دوران ہمیں جتنی بھی عجیب چیزیں نظر آتی ہیں، ہم ان سب کے بارے میں معلومات ضرور حاصل کرتے ہیں، چاہے، وہ چیزیں کتنی ہی غیر اہم ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے جواب دیا، پھر بولے:

"ہم نے آغا نوازش علی کا پتا معلوم کر لیا ہے، اور اب شام کو اس سے ملنے کے لیے جائیں گے، وہ اسی شہر کے ایک دیہات کا پتا ہے، اگر وہ مل گیا تو شاید اس سے شفیعے یا کسی اور ملازم کے بارے میں معلوم ہو سکے، ویسے کیا آپ شفیعے کا حلیہ بتا سکتے ہیں۔"

"جی ہاں کیوں نہیں، وہ برسوں میرا ملازم رہا ہے، وہ ایک پتلا دبلا سا آدمی ہے، سر پر بہت تھوڑے سے بال، ہمیشہ بال گرنے کی شکایت کرتا رہتا تھا اور انہیں گرنے سے روکنے کے لیے مختلف قسم کے تیل استعمال کیا کرتا تھا۔ اس کی ناک پتلی تھی، آنکھیں سیاہ، ایک خاص بات جو اس کے حلیے میں مجھے محسوس ہوا کرتی تھی، وہ یہ تھی کہ اس کا

ایک کان چھوٹا اور دوسرا بڑا تھا۔ شاید یہ میرا وہم ہو، لیکن میں نے غور سے دیکھنے پر بھی یہی محسوس کیا کہ اس کا ایک کان دوسرے سے چھوٹا ہے۔ ہو سکتا ہے، اس نے یہ بات خود بھی کبھی محسوس نہ کی ہو۔"

"کیا آپ نے اسے کبھی بتایا تھا کہ اس کا ایک کان چھوٹا لگتا ہے۔"

"نہیں! میں نے اس سے یہ ذکر کبھی نہیں کیا۔" نواب اعجاز کریم نے کہا۔

"اختر عابدی صاحب! آپ بھی تو شفیعے کو دیکھتے رہے ہیں، کیا آپ نے بھی اس کا ایک کان دوسرے کی نسبت چھوٹا محسوس کیا تھا؟"

"جی نہیں! میں نے تو یہ بات محسوس نہیں کی تھی۔" اختر عابدی بولا۔

"خیر ہم دیکھیں گے۔"

شام کی چائے پی کر انسپکٹر جمشید آغا نوازش کی تلاش میں جانے کے لیے تیار ہوئے تو محمود، فاروق اور فرزانہ بھی تیار ہونے کے لیے اٹھے، لیکن انہوں نے انہیں روکتے ہوئے کہا:

"تم تینوں کی یہاں زیادہ ضرورت ہے، میں تمہارے

www.urdufanz.com

انکل کو ساتھ لے جا رہا ہوں۔"

ان کا لہجہ ایسا تھا جس میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں تھی اور اس کا یہ مطلب بھی تھا کہ ان کی واقعی وہاں ضرورت تھی۔ ابھی انہیں گئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے دروازے پر دستک ہوئی اور وہ چونک اُٹھے۔

○

دیہات تک انہیں ایک بس میں بیٹھ کر سفر کرنا پڑا۔ اس کے بعد تین میل پیدل چلنا پڑا، تب کہیں انہیں نوازش علی کا گھر ملا۔ اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا جب وہ لوگوں سے پوچھتے ہوئے اس کے دروازے تک پہنچے۔ مکان پختہ تھا اور پورے گاؤں میں شاید سب سے زیادہ شاندار تھا۔ انسپکٹر جمشید نے دروازے پر دستک دی تو ایک دیہاتی لڑکے نے دروازہ کھولا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے اجڈ سے لہجے میں کہا۔

"ہمیں آغا صاحب سے ملنا ہے۔"

"اچھی بات ہے، میں انہیں بتاتا ہوں۔"

لڑکا اندر چلا گیا، تھوڑی دیر بعد پھر واپس آیا اور

انہیں اندر چلنے کا اشارہ کیا۔ لڑکا انہیں ایک سجے سجائے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا۔ دو تین منٹ بعد قدموں کی چاپ سنائی دی۔ انہوں نے دیکھا ایک لمبا چوڑا خوبصورت سا آدمی اندر داخل ہو رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" اس نے آتے ہی کہا۔

"وعلیکم السلام، آپ ہی آغا نوازش علی ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"میں تو آغا نوازش ہی ہوں، لیکن آپ حضرات کون ہیں، میرا خیال ہے میں نے آپ کو زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔"

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے، میں انسپکٹر جمشید اور یہ میرے ساتھی خان رحمان ہیں، میرا تعلق دارالحکومت کے محکمہ سراغرسانی سے ہے۔"

"اوہو! محکمہ سراغرسانی کے ایک آفیسر کا میرے ہاں کیا کام..... وہ بھی دارالحکومت کے۔ میرا خیال ہے، میں کبھی دارالحکومت نہیں گیا۔" اس نے فکرمند ہو کر کہا۔

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، مجھے آپ سے اس حویلی کے بارے میں کچھ معلوم کرنا ہے جو آپ نے کچھ سال پہلے خریدی تھی اور پھر چند سال اس میں رہ کر

www.urdufanz.com

اسے فروخت کر دیا تھا۔"

"آپ نواب اعجاز کریم کی حویلی کی بات کر رہے ہیں؟" آغا نوازش نے پوچھا۔

"جی ہاں! آپ ٹھیک سمجھے۔"

"تو پھر فرمائیے، کیا پوچھنا ہے۔"

"آپ نے وہ حویلی کیوں خریدی تھی۔" انسپکٹر جمشید نے سوال کیا۔

"کیوں خریدی تھی، ظاہر ہے رہنے کے لیے خریدی تھی۔" آغا نوازش نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر فروخت کیوں کر دی؟" انسپکٹر جمشید بھی جواب میں مسکرائے۔

"حویلی خریدنے کا ایک خواہش مند آ گیا تھا، اس نے بڑھ چڑھ کر قیمت لگائی، کچھ میں بھی شہر کی فضا سے اپنے آپ کو مانوس نہیں کر سکا تھا، لہٰذا میں نے حویلی فروخت کر دی۔"

"بہت خوب! جب آپ نے حویلی خریدی تھی، اس وقت اس میں نواب اعجاز کریم کے زمانے کے ملازم تو ہوں گے۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہاں! میں نے انہیں ملازمت سے نکالنا مناسب نہیں

سمجھا تھا۔"

"آپ واقعی بہت اچھے آدمی ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔ "اچھا یہ بتائیے، ان ملازمین میں شیفا نامی ایک ملازم بھی تھا۔"

"ضرور تھا، اور یہی ایک ایسا ملازم تھا جس نے حویلی میں ملازمت کرنا پسند نہ کیا اور نوکری چھوڑ کر چلا گیا تھا۔"

"کیا کہا.... نوکری چھوڑ کر چلا گیا تھا۔"

"ہاں! اس نے کہا تھا، اسے اپنے مالک سے بہت محبت تھی، ان کے بعد اب وہ بھی حویلی میں نہیں رہے گا۔" آغا نوازش نے بتایا۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے، اس کا کوئی پتا نہیں؟"

"جی نہیں!"

"اچھا کسی اور ملازم کے بارے میں آپ کو کچھ پتا ہو؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہاں! میں آپ کو ایک اور ملازم سے ملوا سکتا ہوں، جب حویلی کے نئے مالک نے پرانے ملازموں کو نکال دیا تو ان میں سے ایک میرے پاس ملازمت کے لیے آ گیا تھا۔ اس کا نام رمضان علی ہے۔ آپ نے ابھی ابھی جو لڑکا دیکھا تھا، وہ اسی کا بیٹا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے زور سے آواز دی:

www.urdufanz.com

"رمضان علی..... ادھر آؤ۔"

جلد ہی ایک پتلا دُبلا اور بیمار سا آدمی اندر داخل ہُوا۔ اس نے با ادب ہو کر کہا:

"جی فرمائیے۔"

"یہ لوگ تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں، اگر معلوم ہو تو بتا دو۔"

"جی اچھا! فرمائیے! آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے کہا۔

"شیفے کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔"

"شیفہ.... کون شیفہ؟" اس نے چونک کر کہا۔

"وہی شیفہ جو تمہارے ساتھ حویلی میں ملازم تھا۔"

"اوہ! آپ اس شیفے کی بات کر رہے ہیں، اس کے بارے میں آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

"وہ اب ہمیں کہاں مل سکتا ہے۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں، مجھے تو صرف اتنا معلوم ہے کہ وہ علاقہ خیبر کا رہنے والا تھا۔"

"یہ علاقہ خیبر کس طرف واقع ہُوا ہے۔"

"شہر سے سات میل دُور مین سڑک سے دائیں طرف۔"

"کیا یہ کوئی چھوٹا سا گاؤں ہے۔"

"جی ہاں! آپ کو وہاں سے شیفے کے بارے میں فوراً معلوم ہو جائے گا۔"

"بہت بہت شکریہ! اچھا جناب آپ کو بہت زحمت دی، اب ہم چلیں گے۔"

"جائے نہیں پیجیے گا۔" آغا نوازش نے کہا۔

"نہیں شکریہ! ہم پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکے ہیں۔"

انہوں نے آپس میں ہاتھ ملائے اور مکان سے باہر نکل آئے۔ اس وقت رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور انہیں ابھی تین میل پیدل چلنا تھا۔ جب کہ وہ راستے سے اچھی طرح واقف بھی نہیں تھے۔

"یار رحمان! یہ کیس تو لمبا ہی ہوتا جا رہا ہے۔ اب ہمیں علاقہ خیبر جانا پڑے گا۔"

"حالانکہ جب شروع میں ہم نے واقعات سُنے تھے تو بالکل سیدھا سادا کیس نظر آیا تھا۔" خان رحمان بولے۔

"اور اگر علاقہ خیبر میں بھی شیفے کا پتا نہ چلا تو یُوں سمجھو، ہم ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جائیں گے۔ اور شاید یہ کبھی بھی معلوم نہ ہو سکے کہ اختر عابدی نے نواب اعجاز کریم پر قاتلانہ حملہ کیا تھا یا نہیں۔"

"جب کہ میں چاہتا ہوں، یہ ضرور معلوم ہو جائے۔ تاکہ میں

www.urdufanz.com

اپنے دوست کے بارے میں الجھن میں نہ رہوں۔"

"ہاں! یہی ہم سب چاہتے ہیں، لیکن کم از کم ایک آدمی ضرور ایسا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ اس راز سے کبھی پردہ نہ اٹھے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"وہ کون ہے؟" خان رحمان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"وہ شخص..... جس نے نواب اعجاز کریم پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے، لیکن پھر ان کی مسکراہٹ فوراً ہی بجھ گئی۔ انہوں نے یک دم خان رحمان کا بازو پکڑ کر انہیں اپنی طرف کھینچ لیا۔

"خطرہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"کیا مطلب؟" خان رحمان بولے۔

"ہمارے آس پاس کچھ اور لوگ موجود ہیں اور وہ ہمیں گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"اوہ!" خان رحمان دھک سے رہ گئے۔

"مجھے یقین ہے، تمہارے پاس پستول نہیں ہوگا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! اور تمہارے پاس؟"

"میں بھی خالی ہاتھ اور خالی جیب ہوں۔" انسپکٹر جمشید نے فکرمند لہجے میں کہا، پھر بولے:

"اب وہ حملہ اس وقت کریں گے جب ہمیں مکمل طور پر گھیرے میں لے لیں گے۔"

"تو ہم ان کے گھیرے سے نکلنے کی کوشش کیوں نہ کریں۔" خان رحمان بوکھلا کر بولے۔

"لیکن کیسے..... ہم اس جنگل سے واقف کب ہیں۔" انہوں نے کہا۔

عین اسی وقت دو فائر ایک ساتھ ہوئے اور گولیاں ان کے سروں پر سے گزر گئیں۔

---

www.urdufanz.com

نیا کھیل

"ہیں! یہ اس وقت کون آ گیا، میرا مطلب ہے، ابھی ابھی تو ابا جان اور انکل گئے ہیں، یہ وہ تو نہیں ہو سکتے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"تو اس قدر تیزی سے بات کرنے کی کیا ضرورت ہے، کوئی تمہارے سر پر تلوار لیے تو نہیں کھڑا۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"افسوس! فرزانہ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اب زمانہ تلوار کا نہیں۔" فاروق بولا۔

"پہلے یہ تو دیکھ لیں کہ دروازے پر کون ہے۔" اختر عابدی نے پریشان ہو کر کہا۔

"ضرور دیکھیں گے، کیونکہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔" یہ کہہ کر محمود اٹھا اور دروازے کی طرف چل پڑا۔ اس نے کوئی احتیاط کیے بغیر دروازہ کھول دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے منہ پر ایک آہنی مکا لگا، اس کے منہ سے

ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر کمرے کے فرش کے درمیان آ گرا۔ اس کا جسم بالکل ساکت ہو گیا۔ فاروق اور فرزانہ کے ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے محمود کے منہ سے خون بہتے دیکھا، ساتھ ہی ان کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں، جہاں دو لمبے تڑنگے بدمعاش کھڑے تھے۔ ان کے چہروں پر سنگ دلی کا راج تھا اور آنکھوں میں تیز چمک، دونوں نے دائیں ہاتھ پر لوہے کے مکے چڑھا رکھے تھے۔

اندر داخل ہونے کے فوراً بعد انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ فاروق اور فرزانہ اب ان دونوں کی بجائے محمود پر جھک گئے، وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو چکا تھا۔

"اسے پڑا رہنے دو، یہ ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔ تم بھی ایک ایک خوراک لے لو۔" اندر داخل ہونے والے حملہ آوروں میں سے ایک نے بے رحم لہجے میں کہا۔

دوسری طرف نواب اعجاز کریم اور اختر عابدی کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔

"یہ..... یہ کیا ہو رہا ہے؟" بڑی مشکل سے اختر عابدی کے منہ سے نکلا۔

"تم دونوں میں سے نواب اعجاز کریم کون ہے؟" دوسرے نے لوہے کا مکا ہوا میں لہراتے ہوئے کہا۔ اس وقت انہوں

www.urdufanz.com

نے دیکھا، مُکّے میں کچھ موٹی کیلوں جیسے اجار بھی موجود تھے۔

"کک..... کیوں..... تم کیا چاہتے ہو۔" نواب اعجاز کریم نے ہکلا کر کہا۔

"اسے ہم دوسری دُنیا میں پہنچانا چاہتے ہیں۔" دوسرا غرّا کر بولا۔

"مَیں نواب اعجاز کریم ہوں۔" نواب اعجاز کریم کی بجائے اختر عابدی نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا، فاروق اور فرزانہ چونک اُٹھے۔ اس وقت تک وہ دونوں مل کر محمود کو اٹھا کر کمرے کے ایک کونے میں لے جا چکے تھے۔ اس کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد وہ ان دونوں کی طرف مُڑے۔ انہوں نے دیکھا، وہ دونوں اب اختر عابدی کی طرف بڑھ رہے تھے، ان کے ہاتھ اس طرح اُوپر اُٹھے ہوئے تھے، جیسے وہ اس کا گلا دبوچ لینے کی فکر میں ہوں۔ اختر عابدی کے چہرے پر بے پناہ خوف کے آثار اُمڈ آئے، لیکن اس نے قدم پیچھے نہیں ہٹائے۔ اچانک نواب اعجاز کریم نے چلّا کر کہا:

"یہ غلط ہے، نواب اعجاز کریم مَیں ہوں۔"

دونوں حملہ آوروں کے اُٹھتے ہوئے قدم رُک گئے۔ انہوں نے حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھا:

"یہ کیا بات ہوئی، تم دونوں نواب اعجاز کریم کس طرح

ہو سکتے ہو۔" ایک حملہ آور بول اُٹھا۔

"اس طرح کہ یہ میرا دوست اختر عابدی میری جان بچانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔"

ادھر یہ گفتگو جاری تھی، ادھر فاروق اور فرزانہ حیران تھے، کیونکہ حملہ آوروں نے انہیں اس طرح بھلا دیا تھا جیسے وہ تو کمرے میں موجود ہی نہ ہوں، یا ان کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ یہ دیکھ کر فاروق کا خون جوش مارنے لگا، کچھ پہلے ہی محمود کے زخمی ہونے کی وجہ سے غصّہ آ رہا تھا، چنانچہ اس نے قدرے تیز لہجے میں کہا:

"دوستو! کیا تمہارے خیال میں ہم اس کمرے میں موجود نہیں، اور یہ ہماری رُوحیں ہیں جو یہاں کھڑی ہیں، اگر تمہارا یہی خیال ہے تو بالکل غلط ہے، کیونکہ رُوحیں تو تمہارے مکّوں سے بے ہوش ہونے سے رہیں، لہٰذا کچھ ہماری طرف بھی توجہ دو اور یہ بتاؤ کہ بات کیا ہے، تم لوگ نواب اعجاز کریم کی جان کیوں لینا چاہتے ہو، انہوں نے تمہارا بگاڑا کیا ہے۔" فاروق رُکے بغیر کہتا چلا گیا۔

"لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں، فاروق کی زبان سے خدا بچائے، جب چل پڑتی ہے تو رُکنے کا نام نہیں لیتی، کوئی جملہ کہنے کی ضرورت ہو نہ ہو، الفاظ اس میں سے۔ اس

www.urdufanz.com

طرح نکلتے چلے آتے ہیں جیسے الفاظ گھڑنے کی مشین ہو۔" فرزانہ نے سرد آہ بھری۔

"یوں میں تمہیں بھی ترکیبیں گھڑنے کی مشین کہہ سکتا ہوں۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"مجھے نہیں، میرے دماغ کو۔" فرزانہ بولی۔

دونوں حملہ آوروں نے انہیں اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا جیسے وہ کسی دوسری دنیا کے رہنے والے ہوں، پھر ایک بولا:

"یار جمی! یہ تو بہت دلچسپ بچے ہیں۔"

"ہم بچے ہیں، کوئی جاسوسی ناول نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی بہت خوب! رومی تم نے ٹھیک کہا، ہم یہاں سے فارغ ہو کر واپسی پر انہیں ساتھ لیتے جائیں گے۔"

"ارے، لیکن کہاں۔" فرزانہ نے بوکھلا کر پوچھا۔

"اپنے اڈے پر، ہم تمہیں پالیں گے، بڑے ہو کر تو تم نمبر ایک بدمعاش بنو گے، ہمارا استاد تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہو گا۔" رومی نے مسکرا کر کہا۔

"ہماری امی جان کی خواہش یہ تھی کہ ہم بڑے ہو کر ڈاکٹر بنیں اور دکھی لوگوں کے کام آئیں، لیکن جب ہم نے دیکھا کہ بڑے ہو کر دکھی انسانیت کی خدمت کرنے والے بالکل

بے رحم ہو جاتے ہیں اور کسی غریب کا علاج مفت کرنے کے بارے میں سوچنا تک گناہ خیال کرتے ہیں تو ہم نے ڈاکٹر بننے کے ارادے سے توبہ کر لی اور ایک اور ہی لائن پر چل نکلے، کیوں کہ ہمارے خیال میں دکھی انسانیت کی اس طرح بہتر خدمت کر سکتے ہیں۔"

"اور وہ دوسری لائن کیا ہے؟" جمی نے انتہائی دلچسپ نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"دوسری لائن یہی ہے کہ دوسروں کے پھڈے میں ٹانگ اڑاتے رہنا، لیکن ہمارے لیے تم نے جو سوچا، شاید آج تک کسی نے نہ سوچا ہو گا ایک اور صاحب تھے تو سہی، وہ بھی اپنے ملک لے جانا چاہتے تھے، لیکن اس کوشش میں کبھی مکمل طور پر کامیاب نہ ہو سکے، آخر دوسری دنیا کو سدھار گئے، لیکن وہ بھی ہمیں بدمعاش نہیں بنانا چاہتا تھا، اپنے ملک کے لیے ہم سے کچھ کام لیتا، تم ہمیں ہمارے ہی ملک میں بدمعاش بناؤ گے، شرم کرو، کیا تمہارا شرم سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔" فاروق نے ایک بار پھر اچھی خاصی تقریر جھاڑ دی۔

"میں نے کہا تھا نا، اس جیسی زبان بھی دنیا میں بہت کم لوگوں کو ملی ہو گی۔"

نواب اعجاز کریم اور اختر عابدی بھی انہیں آنکھیں پھاڑ

www.urdufanz.com

پھاڑ کر دیکھنے لگے۔

"شاید یہ دونوں ہمارا وقت ضائع کرنے کے چکر میں ہیں تاکہ ان کے والد واپس آ جائیں، جب کہ ان کے والد ایک دُور دراز سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔"

"دُور دراز سفر! تمہیں غلط فہمی ہوئی بھائی، وہ تو اسی شہر کے ایک دیہات تک گئے ہیں، تین چار میل کا فاصلہ ہو گا۔" فرزانہ نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"لیکن اس فاصلے کو بڑھا دیا جائے گا، اتنا لمبا کر دیا جائے گا کہ وہ کبھی واپس نہیں آ سکیں گے۔" رومی نے کہا۔

"تم تو بہت خوفناک باتیں کر رہے ہو بھائی، خیر دیکھا جائے گا، ہمارا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں، بہتر یہی ہے کہ اس کمرے سے چپ چاپ نکل جاؤ۔"

"ضرور! ہم ایسا ہی کریں گے، لیکن ذرا نواب اعجاز کریم کا کانٹا نکال کر۔" جمی بولا۔

"دیکھو بھائی، اپنے اس احمقانہ ارادے سے باز آ جاؤ، پولیس تمہیں قتل کے الزام میں گرفتار کر لے گی اور پھانسی کے تختے پر چڑھا دے گی۔"

"پولیس ہا ہا ہا۔"

رومی کے ساتھ جمی کے منہ سے بھی قہقہہ اُبل پڑا، لیکن

ابھی یہ قہقہہ ختم نہیں ہوا تھا کہ وہ دونوں بُری طرح لڑکھڑائے اور اوندھے منہ گرے۔ سب نے چونک کر ان کی کمروں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے دیکھا:

محمود کے ہاتھ میں لوہے کا ایک پائپ تھا، اس نے اس پائپ سے بے خبری کے عالم میں پیچھے سے ان کے سروں پر ضرب لگائی تھی۔ نہ جانے اسے کب ہوش آ گیا تھا، اور کب اس نے ایک کھڑکی کا پردے ٹانگنے والا پائپ اتار لیا تھا، وہ سب تو اسے اس وقت دیکھ سکے تھے جب رومی اور جمی گرے تھے۔

"وہ مارا۔" فاروق پُرجوش انداز میں چلّایا۔

"چلّا بعد میں لینا، پہلے کچھ کام کر لو..... چلو ان کے لوہے کے مُکّے اتارو۔" محمود نے سرد آواز میں کہا۔ اس کی ناک اور ہونٹوں سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔

"کیوں! کیا سردیوں میں یہ دستانے پہننے کا ارادہ ہے۔"

"اگر لوہے کے مُکّے ان کے ہاتھوں پر رہے تو ہوش میں آنے کے بعد یہ پھر ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر محمود ان میں سے ایک پر جھک پڑا، دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ لوہے کا مُکّا ایک بار پھر اس کی پیشانی سے ٹکرایا تھا، جمی کو ہوش

www.urdufanz.com

آ گیا تھا۔ اسے اُٹھتے دیکھ کر فاروق اور فرزانہ بُری طرح بوکھلا گئے۔ فاروق فوراً جھکا اور اس نے لوہے کا وہ پائپ اٹھا لیا جو محمود نے فرش پر گرا دیا تھا۔

اب فاروق کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔ دوسری طرف جمی بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے رومی کو بھی پاؤں کی ایک زوردار ٹھوکر رسید کی اور بولا:

"اٹھو رومی، ورنہ ہم بُری طرح پھنس جائیں گے۔"

رومی کے ٹھوکر کیا لگی، جیسے اس کی آنکھ کھل گئی، اب دونوں فاروق کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے، ادھر محمود ایک بار پھر فرش پر لیٹ گیا تھا۔ فرزانہ اس کا سر دونوں ہاتھوں میں سنبھالے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگی۔

اچانک فاروق کو نئی سوجھی، اس نے پائپ کو تلوار کی طرح گھمانا شروع کر دیا۔ اس کا ہاتھ اس قدر تیزی سے گردش کر رہا تھا کہ پائپ کی ہلکی سی جھلک ہی نظر آ سکتی تھی، رومی اور جمی اس صورتِ حال سے گھبرا گئے۔ فاروق کے قدم ان کی طرف اُٹھنے لگے اور وہ پریشانی کے عالم میں پیچھے ہٹنے لگے۔ شاید ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ فاروق پر کس طرح قابو پائیں اور پھر بچنے کی پوری کوشش کے باوجود لوہے کا پائپ رومی کے سر پر پڑا، وہ تیورا کر گرا

یہ دیکھ کر جمی کے ہوش اُڑ گئے، اُس نے دروازے کی طرف بھاگنے کی کوشش کی، لیکن فاروق بھلا کہاں رُکنے والا تھا، اُچھلا اور اس کے راستے میں آ گیا، ساتھ ہی پائپ اس کے سر پر اس زور سے پڑا کہ وہ چکرا گیا، قدم لڑکھڑا گئے، فاروق نے اس ہاتھ کو ناکافی خیال کرتے ہوئے اس کے ایک اور ہاتھ رسید کیا اور وہ لمبا لمبا لیٹ گیا۔

عین اسی وقت ایک تیز آواز نے انہیں چونکا دیا:

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

○

"لو بھئی رحمان! یہ تو شروع ہو گئے۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے سرگوشی کے انداز میں نکلا۔

"کاش! ہم پستول لے کر آئے ہوتے۔" خان رحمان نے کہا۔

"ٹھہرو! یوں ہم ان کی گولیوں سے نہیں بچ سکیں گے، میں ایک درخت پر چڑھ کر یہ دیکھوں گا کہ یہ کس کس طرف سے آگے بڑھ رہے ہیں، تم اتنی دیر گولیوں کی سمت کا اندازہ کر کے ان سے بچنے کی کوشش کرو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اچھی بات ہے، لیکن جمشید یہ سوچ لو، اگر ان لوگوں

www.urdufanz.com

نے تمہیں درخت پر چڑھتے دیکھ لیا تو پھر وہ اپنی تمام گولیاں اس درخت پر دے ماریں گے۔"

"لیکن ہم اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتے ہیں، نیچے ہی رہے تو ہر طرف سے گھر جائیں گے۔"

"اچھا جاؤ، خدا حافظ!" خان رحمان نے اس طرح کہا جیسے وہ کسی لمبے سفر پر روانہ ہو رہے ہوں۔

انسپکٹر جمشید اس وقت جس درخت کے نیچے دبکے ہوئے تھے، وہ کافی گھنا تھا، اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ دشمنوں کی نظروں سے بچے ہوئے تھے، چنانچہ انہوں نے تیزی سے اس پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اوپر پہنچ کر چاروں طرف دیکھا، لیکن اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہ آیا۔ البتہ مختلف سمتوں سے سرسراہٹ کی آوازیں ضرور سنائی دے رہی تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ گھیرے میں لینے والے بدستور آگے بڑھ رہے تھے، اگر ان کے پاس پستول ہوتا تو وہ دشمنوں پر فائرنگ کر کے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر سکتے تھے، دوسری طرف انہیں خان رحمان کا بھی فکر تھا، وہ نیچے تھے اور کسی وقت بھی کوئی گولی ان کا رُخ کر سکتی تھی۔ اچانک انہوں نے روشنی کی ایک باریک سی لکیر کچھ فاصلے پر رینگتی دیکھی، وہ دھک سے رہ گئے، اس کا مطلب تھا، دشمن پنسل

ٹارچوں کی مدد سے انہیں تلاش کر رہے تھے، شاید وہ جان گئے تھے کہ ان کے پاس پستول نہیں ہیں۔

اور پھر رینگتی ہوئی روشنی نزدیک آ گری، اگر وہ درخت پر نہ چڑھے ہوتے تو شاید یہ روشنی انہیں نظر نہ آتی، سمت کا اندازہ لگا کر وہ نیچے اُترنے لگے۔ زمین پر اُتر کر انہوں نے ہونٹوں کو دائرے کی شکل میں لا کر ایک ہلکی سی آواز نکالی، فوراً ہی خان رحمان نے بھی ایسی ہی آواز نکالی اور پھر وہ ان کے نزدیک آ گئے:

"کیا رہا!" انہوں نے سرگوشی کی۔

"ایک دشمن ہماری سیدھ میں بڑھ رہا ہے، اگر ہم اس پر ہاتھ صاف کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو کچھ کام بن سکتا ہے۔"

"بہت خوب! کیا ہم اس کا اسی جگہ انتظار کریں؟"

"ہاں! آگے بڑھنا خطرناک ہو گا۔"

اچانک انہیں روشنی قریب محسوس ہوئی۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ روشنی کے مطابق ایک لمبی چھلانگ لگائی، ان کی یہ چھلانگ بالکل چیتے جیسی تھی۔ ادھر خان رحمان تیزی سے آگے بڑھے، انہیں ڈر تھا، اگر حملہ آور کے منہ سے کوئی آواز نکل گئی تو اس کے سب ساتھی فوراً ان پر

www.urdufanz.com

ٹوٹ پڑیں گے۔

وہ نزدیک پہنچے تو انہوں نے اندھیرے میں دو سایوں کو گڈمڈ دیکھا، وہ زمین پر ادھر سے ادھر لڑھک رہے تھے۔ ٹارچ زمین پر گر پڑی تھی۔ خان رحمان نے رینگتے ہوئے ٹارچ اٹھائی اور ان دونوں پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے دیکھا، انسپکٹر جمشید نے ایک ہاتھ حملہ آور کے منہ پر جما رکھا تھا اور دوسرے سے وہ اس کے دونوں بازوؤں کو دبوچے ہوئے تھے، یہی وجہ تھی کہ اسے قابو میں کرنے میں دقت محسوس ہو رہی تھی، حملہ آور بھی کچھ زیادہ ہی طاقت ور دکھائی دیتا تھا۔ خان رحمان نے ان کی مدد کرنے کے بارے میں سوچا ہی تھا کہ انسپکٹر جمشید نے دشمن کے منہ پر جمے ہوئے ہاتھ کو ایک زبردست جھٹکا دیا، حملہ آور کے حلق سے گھٹی گھٹی ایک آہ نکل گئی، لیکن اس آہ کی آواز صرف ان تک ہی پہنچ سکی اور پھر اس نے ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیے۔ اس کے بعد بھی وہ کچھ دیر تک اس کا منہ دبائے رہے، پھر اچانک منہ چھوڑ کر اس کی دونوں کنپٹیوں کو مسل ڈالا اور وہ بالکل بے سدھ ہو گیا۔

"اب یہ آدھ گھنٹے سے پہلے تک تو ہوش میں آئے گا نہیں" انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

اب حملہ آور کا پستول اور ٹارچ ان کے قبضے میں تھے۔ انہوں نے خان رحمان کا ہاتھ پکڑا اور ایک سمت میں بڑھے، لیکن سامنے سے کئی ٹارچوں کی روشنیاں رینگتی دکھائی دیں تو انہوں نے اپنا رخ بدل دیا، فوراً ہی انہوں نے محسوس کیا کہ اس طرف بھی حملہ آور موجود تھے۔

"یار رحمان! اس پستول میں زیادہ سے زیادہ چھ گولیاں ہو سکتی ہیں اور میں انہیں ضائع نہیں کرنا چاہتا، لیکن مصیبت یہ ہے کہ دشمن چاروں طرف موجود ہے، اب تمہیں بتاؤ، میں کیا کروں؟"

"فائر کرنے کی صورت میں ہم اور بھی آسانی سے ان کی زد میں آ جائیں گے، ابھی تک تو انہوں نے صرف دو فائر کیے تھے، وہ بھی شاید یہ دیکھنے کے لیے کہ ہمارے پاس پستول ہیں یا نہیں، جواب نہ ملنے پر انہوں نے جان لیا کہ ہم خالی ہاتھ ہیں، فائر ہونے کی صورت میں چاروں طرف سے ہم پر فائرنگ شروع ہو جائے گی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو، لیکن یہ بھی تو نہیں ہو سکتا کہ ہم ان میں سے ایک ایک کو دبوچتے پھریں۔"

"تو پھر... آخر ہمارا کیا بنے گا۔"

"ایک بات سمجھ میں آتی ہے۔" اچانک انسپکٹر جمشید نے

www.urdufanz.com

پُرجوش آواز میں کہا۔

"کیا؟"

"آؤ! دونوں درخت پر چڑھیں، پھر میں تمہیں ایک نیا کھیل دکھاؤں گا۔"

یہ کہہ کر انہوں نے خان رحمان کا ہاتھ پکڑا اور ایک نزدیکی گھنے درخت کی طرف بڑھے۔ عین اسی وقت انہوں نے کسی کو کہتے سُنا:

"ارے! یہ فرسان یہاں بے ہوش پڑا ہے۔"

سفید علم

انہوں نے چونک کر کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں انیس خان کھڑا تھا۔

"آئیے تھانے دار صاحب! آپ کے لیے یہاں دو عدد شکار موجود ہیں۔" محمود بولا۔

"شکار! آخر یہ سب کیا ہے؟" انیس خان چونکا۔

"یہ دونوں حضرات نواب اعجاز کریم کو ہلاک کرنا چاہتے تھے..... لیکن یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ انہوں نے ایسا ارادہ کیا۔ اب مہربانی فرما کر انہیں لے جائیے۔" فاروق نے شریر لہجے میں کہا۔

"بہت خوب! یہ تو رومی اور جمی ہیں، اس شہر کے چھٹے ہوئے بدمعاش، مگر ان سے تو اچھے اچھے تھراتے ہیں، تم لوگوں نے ان پر کیسے قابو پایا؟" انیس خان کے لہجے میں حیرت تھی۔

www.urdufanz.com

"دراصل ہم نے ان پر سفید علم آزمایا تھا۔" فاروق نے کمرے کی چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سفید علم۔ کیا مطلب؟" انیس خان بولا۔

"آپ نے کالا علم تو سنا ہوگا، سفید علم اس کے بالکل الٹ ہوتا ہے اور اس کا وار خالی نہیں جاتا۔" فاروق بولا۔

"خیر! میں انہیں لے جاتا ہوں۔ لیکن آپ لوگوں کے بیانات بھی لینا پڑیں گے، خیر وہ بعد میں لیتے رہیں گے اور ہاں آپ کے والد کہاں گئے؟"

"وہ شیفے کی تلاش میں نکلے ہیں۔"

"اوہ ہاں! یاد آیا۔"

تھوڑی دیر بعد رومی اور جمی کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالی جا چکی تھیں اور پولیس والے انہیں باہر لے جا رہے تھے جب کہ انیس خان وہیں جم گیا تھا۔

"اب میں آپ لوگوں کے بیانات قلم بند کروں گا، کیا آپ لوگ بتانا پسند کریں گے کہ واقعہ کس طرح پیش آیا۔"

اس پر نواب اعجاز کریم نے حیرت زدہ انداز میں اسے کمرے میں ہونے والی جنگ کی تفصیل کہہ سنائی۔

"حیرت ہے، رومی اور جمی کا مقابلہ تو بڑے بڑے بدمعاش نہیں کر پاتے۔"

"ہم بتا چکے ہیں، یہ کمال سفید علم کا ہے۔ آپ چاہیں تو ہم آپ کو بھی سکھا سکتے ہیں، ویسے آپ اس وقت اچانک یہاں کس طرح پہنچ گئے؟"

"آپ لوگوں سے ہی ملنے کے لیے آیا ہوں..... اس بات نے مجھے بھی پریشان کر دیا کہ اگر شیفے نہ ملا تو اس کیس کا فیصلہ کس طرح ہوگا۔"

"اختر عابدی صاحب کے مکان میں ہم نے نواب صاحب کی بنی ہوئی ایک تصویر دیکھی تھی، اس تصویر کو دیکھنے کے بعد کم از کم ہم تو اختر عابدی صاحب کو مجرم خیال نہیں کرتے، کیونکہ کوئی شخص ایک ایسے آدمی کی تصویر اتنی محبت سے نہیں بنا سکتا جسے اس نے قتل کر دیا ہو۔" محمود نے کہا۔

"قانون زبانی باتوں کو نہیں مانتا۔ ٹھوس ثبوت مانگتا ہے۔" انیس خان نے بُرا سا منہ بنایا۔

"یہ ہم بھی جانتے ہیں اور اسی لیے در در کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں، ورنہ اپنے گھر میں آرام نہ کر رہے ہوتے۔" فرزانہ نے بھی بُرا منہ بنایا۔

"اچھا! اگر شیفے کا کچھ پتا چلے تو مجھے فون کر دیجیے گا۔" اس نے کہا، ان کے مختصر سے بیانات لیے اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد فرزانہ گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

www.urdufanz.com

"کیوں! تم کس جہاں میں پہنچ گئیں۔" محمود نے اسے گھورا۔

"میں سوچ رہی ہوں، انیس خان کو شیفے کی کیا فکر پڑ گئی ہے، اس کو فکر تو سب سے زیادہ اختر عابدی کی ہونی چاہیے، کیوں کہ اس کی موجودگی میں انہیں بے گناہ ثابت کرنے کا امکان ہے۔"

"میرا خیال ہے، اس میں کوئی عجیب بات نہیں۔ اپنے دماغ کو نہ تھکاؤ۔" محمود نے کہا۔

"دوسری بات میں یہ بھی سوچ رہی ہوں کہ اگر یہ جرم اختر عابدی صاحب نے نہیں کیا تھا تو پھر کس نے کیا تھا۔ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ وہ بھی اس وقت اسی شہر میں موجود ہے، موجود نہ ہوتا تو ہم پر حملہ نہ ہوتا، انیس خان کو روی اور جمی سے سختی سے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ان دونوں بدمعاشوں کو کس نے اس کام پر مامور کیا تھا۔ اوہ ہاں! یہ بہت ضروری ہے اور اس سلسلے میں ہمیں انیس خان کو فون کرنا چاہیے۔" فرزانہ نے کہا۔

محمود نے کمرے میں موجود فون کا ریسیور اٹھایا ہی تھا کہ چونک اٹھا، کوئی فون میں کہہ رہا تھا:

"ٹھیک ہے۔ شیفے کو اب شہر سے غائب ہو جانا چاہیے۔"

اس کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا، محمود ساکت رہ گیا۔

"کیا ہوا، فون کے ساتھ چپک کر رہ گئے تم تو۔"

"ہاں! ایک ایسی ہی بات سنی ہے، ابھی میں نے نمبر نہیں گھمائے تھے کہ کسی نے کہا، ہاں! شیفے کو اب شہر سے غائب ہی ہو جانا چاہیے... معلوم ہوتا ہے فون اسی ہوٹل سے کسی کو کیا گیا ہے۔"

"کیا!!" فاروق اور فرزانہ ایک ساتھ بول اٹھے۔

"اگر شیفہ اسی شہر میں موجود ہے اور کسی نے اس کے لیے یہ مناسب سمجھا ہے کہ وہ شہر سے غائب ہو جائے، تو پھر اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اختر عابدی صاحب بے گناہ ہیں، کیونکہ یہ ہمارے سامنے بیٹھے ہیں اور انہوں نے ہمارے سامنے کسی کو فون نہیں کیا۔" محمود نے نتیجہ نکالا۔

"ہوں! اب یہ شیفہ ہی بتا سکے گا کہ اس نے بیس سال پہلے جھوٹ کیوں بولا تھا اور وہ کون تھا جس نے نواب اعجاز کی کمر میں خنجر گھونپا تھا۔" فاروق پرجوش لہجے میں بولا۔

"میرا خیال ہے، ہمیں ہوٹل کے ہال میں چل کر بیٹھنا چاہیے، شاید کوئی ایسا شخص نظر آ جائے جس پر ہم یہ شک کر سکیں کہ فون اس نے کیا ہے۔" فرزانہ نے رائے پیش کی۔

"اُف میرے خدا! مجھے ابھی ابھی ایک خیال سوجھا ہے، ذرا ٹھہرو..." محمود نے بے قراری کے عالم میں کہا اور کسی کے

www.urdufanz.com

نمبر گھمائے۔ دوسری طرف سے فوراً ہی کسی نے کہا:

"یہ پولیس اسٹیشن شیر خان روڈ ہے۔"

"انیس خان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" محمود بولا۔

"وہ تشریف نہیں رکھتے۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اچھا! وہ جونہی آئیں، انہیں اس نمبر پر فون کرنے کے لیے کہہ دیں۔" یہ کہہ کر محمود نے ہوٹل کے فون کے نمبر بتائے اور ریسیور کان سے ہٹانے ہی والا تھا کہ آواز سنائی دی:

"ذرا ٹھہریے! وہ آ گئے ہیں۔" جلد ہی انیس خان کی آواز سنائی دی:

"ہیلو! کون صاحب؟"

"خان صاحب! میں محمود ہوں۔ آپ ہوٹل سے یہاں پہنچ چکے ہیں؟" محمود نے پوچھا۔

"پہنچ چکا ہوں، تبھی تو فون پر بات کر رہا ہوں۔"

"گویا آپ ہوٹل سے سیدھے یہاں آ رہے ہیں؟" محمود نے کہا۔

"ہاں!" انیس خان نے جواب میں کہا۔

"لیکن آپ نے اتنی دیر کیوں لگا دی۔ آپ کو تو کئی منٹ پہلے پہنچ جانا چاہیے تھا۔" محمود نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"کچھ نہیں، میں نے فون اس لیے کیا تھا کہ ہوٹل میں نواب صاحب پر حملہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان پر بیس سال پہلے جس شخص نے بھی حملہ کیا تھا، وہ اس وقت ہمارے آس پاس ہی موجود ہے۔ ردی اور جی سے اگر سختی سے پوچھا جائے کہ اس کام پر انہیں کس نے مامور کیا تھا تو ہو سکتا ہے، اصل مجرم کا نام معلوم ہو جائے۔"

"بہت خوب! میں ان پر پوری پوری سختی کروں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"بہت بہت شکریہ!"

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑا ہی تھا کہ ایک بار پھر دستک ہوئی۔ وہ چونک اٹھے۔ کیونکہ ابھی ابھی تو وہ حملہ آوروں سے نمٹ کر فارغ ہوئے تھے، پھر اب یہ کون آ گیا تھا۔

اس آواز پر انسپکٹر جمشید نے فوراً ہی ایک فائر جھونک مارا، جنگل میں ایک لرزہ خیز چیخ گونجی، اور پھر جیسے بھگدڑ سی مچ گئی۔

"خان رحمان! اب اس جگہ کوئی نہیں ہوگا جہاں فرسان

www.urdufanz.com

گرا تھا۔ تم دوسرے شکار کا پستول حاصل کر سکتے ہو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہ ہاں!" خان رحمان نے خوش ہو کر کہا اور پھر تیزی سے اس طرف بڑھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ نہ صرف پستول بلکہ گولیاں بھی حاصل کر چکے تھے۔ اب وہ کمر سے کمر ملا کر فائر کرتے ہوئے جنگل سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہے تھے، دو رخی فائرنگ نے دشمن کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا، نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بہت آسانی سے نکلتے چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ شہر کا رخ کر رہے تھے، پستول اب ان کی جیب میں تھے۔

"سارا کیس حل ہوتا نظر آتا ہے۔" ایسے میں انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"کیا مطلب! کیس کس طرح حل ہو گیا؟" خان رحمان چونکے۔

"ابھی چل کر بتاتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا تمہیں معلوم ہو گیا کہ مجرم کون ہے؟"

"اندازہ ضرور لگا چکا ہوں۔ جلد ہی یقین کی حد تک بھی پہنچ جاؤں گا۔" وہ بولے۔

"آخر کس طرح۔ کیا ہم پر جنگل میں حملہ ہونے سے تم

نے کچھ اندازہ لگایا ہے؟" خان رحمان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کئی باتوں سے اندازہ لگا سکا ہوں، ہوٹل پہنچ کر سب کے سامنے بتاؤں گا۔"

"تو کیا اب شیفے کی تلاش میں اس کے گاؤں جانے کا ارادہ ختم کر دیا ہے؟"

"نہیں! پہلے وہیں چل رہے ہیں۔"

شیفے کے گاؤں پہنچ کر اس کا گھر تلاش کرنے میں انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئی کیونکہ شیفے تو گاؤں کا مشہور ترین آدمی تھا، لیکن اس کے گھر میں اس کی بوڑھی اور اندھی ماں کے سوا کوئی نہ تھا۔ ان کے دروازہ کھٹکھٹانے پر دروازہ اسی نے کھولا۔

"ہمیں شیفے سے ملنا ہے۔"

"اس بدمعاش سے۔ آپ کو کیا کام پڑ گیا۔" بڑھیا کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"بدمعاش! کیا مطلب! آپ اپنے بیٹے کو بدمعاش کہہ رہی ہیں۔"

"اس چور اُچکے کو بدمعاش نہیں کہوں گی تو پھر کیا کہوں گی۔ جیب کترا وہ ہے، چور وہ ہے، جواری وہ ہے..... اور نہ جانے اس میں کیا کیا عیب ہیں۔ آیا تھا

www.urdufanz.com

چند سال پہلے میرے پاس ، بہت سے روپے مجھے دیئے ، مگر میں نے اس کی حرام کی کمائی کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ، گھر میں گھسنے بھی نہیں دیا۔"

" اوہ !" انسپکٹر جمشید کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا ، پھر بولے :

" تو وہ اب کہاں رہتا ہے ؟"

" شہر میں ہی کہیں رہتا ہو گا ، مجھے کیا معلوم ، جب میں اس سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھتی۔" بوڑھیا نے ناگوار لہجے میں کہا۔

" آپ بہت عظیم ماں ہیں جو اس عمر اور اس مجبوری میں بھی اپنے بیٹے کی ناجائز کمائی نہیں کھائیں ، ورنہ لوگ تو دیکھتی آنکھوں دن رات رشوت اور ناجائز آمدنی ہڑپ کرتے رہتے ہیں ، یہ رکھ لیں۔"

یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے کچھ نوٹ نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیے اور بولے :

" یہ بالکل حلال کی کمائی کے ہیں۔"

" جیتے رہو بیٹا ... میرے بیٹے تو دراصل تم ہو نہ کہ وہ خبیث۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

" یہاں آپ کا ایک اور بیٹا بھی موجود ہے : خان رحمان

بھی رہ نہ سکے ..... پھر جلدی سے انہوں نے بھی کچھ نوٹ نکالے اور بوڑھیا کو دے دیے۔

وہ واپس لوٹے تو سورج غروب ہو چلا تھا۔

ہوٹل میں اپنے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر انہیں قدرے حیرت ہوئی۔ پھر جونہی وہ آگے بڑھے ، ان کے کانوں سے ایک موٹی سی آواز ٹکرائی۔ انسپکٹر جمشید کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ اس آواز کو پہچانتے تھے ، لیکن سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس شخص سے یہاں اس طرح اچانک ملاقات ہو جائے گی۔

---

www.urdufanz.com

تصویر کا ہاتھ

محمود نے دروازہ کھولا تو وہاں پولیس کی وردی میں ایک نوجوان آدمی کھڑا مسکرا رہا تھا۔ ابھی وہ اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھ ہی رہے تھے کہ اس نے کہا:

"تو تم محمود، فاروق اور فرزانہ ہو۔"

"لیکن آپ کون ہیں؟" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"مجھے سپرنٹنڈنٹ اختر علی کہتے ہیں، میں تم تینوں کا چچا ہوں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"ہمارے چچا ہیں، اچھا تو پھر اندر آ جائیے۔" محمود نے کہا۔

اچانک فرزانہ نے سوچا، کہیں یہ بھی کوئی چال نہ ہو، وہ چوکس ہو گئی۔

دوسری طرف فاروق کہہ رہا تھا:

"کمال ہے، اس طرح بیٹھے بٹھائے ہمیں کوئی چچا جان مل جائیں گے، یہ تو ہم نے سوچا بھی نہ تھا۔"

اس کی بات پر وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔ اب وہ اندر آ کر بیٹھ گئے۔ اختر علی نے نواب اعجاز کریم اور اختر عابدی سے بھی اپنا تعارف کرایا، پھر ان تینوں سے مخاطب ہو کر بولے:

"میں اور جمشید سکول کے زمانے کے دوست ہیں، لیکن وہ حضرت ہیں کہاں؟"

"آپ کو ہمارے آنے کی اطلاع کس نے دی؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"میں نے انیس خان کو ایک کیس کے سلسلے میں بلایا تھا، بس اس سے معلوم ہو گیا۔ ہاں تم نے بتایا نہیں جمشید کہاں ہے؟"

"ایک دیہات میں گئے ہیں، شیفہ نامی ایک آدمی کا پتا کرنے۔"

"کیا کہا..... شیفہ؟" اختر علی کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"ہاں شیفہ ـــــ کیا آپ اسے جانتے ہیں۔"

"بہت اچھی طرح جانتا ہوں، لیکن وہ تو بہت عرصے سے نظر نہیں آیا، معاملہ کیا ہے؟"

"ابا جان آنے پر ہی کچھ بتا سکیں گے۔" فرزانہ نے

www.urdufanz.com

جلدی سے کہا اور محمود سمجھ گیا کہ وہ انہیں کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھتی، چنانچہ اس نے کہا:

"لیکن یہ تو بتائیے، آپ شیفے کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟"

"یہی کہ وہ شہر کا نمبر ایک بدمعاش تھا۔ پھر اس طرح غائب ہو گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ آج تک اس کے بارے میں کچھ سننے میں نہیں آیا۔"

"کمال ہے!" فاروق کے منہ سے نکلا۔

اسی وقت انہوں نے قدموں کی آواز سنی۔ مڑ کر دیکھا تو انسپکٹر جمشید اور خان رحمان اندر داخل ہو رہے تھے۔

"ارے! جمشید تم آ گئے۔" اختر علی اٹھ کر ان سے لپٹ گیا۔

پھر خان رحمان سے ان کا تعارف ہوا، اس کے بعد شیفے پر بات ہوئی۔ انسپکٹر جمشید نے اس وقت تک موصول ہونے والی کیس کے بارے میں تمام اطلاعات انہیں کہہ سنائیں اور آخر میں بولے:

"اور اب میں مجرم پر ہاتھ ڈالنا چاہتا ہوں.... واقعات کی کڑیاں ملانے کے بعد میں نے کچھ اندازے لگائے ہیں۔ اگر کوئی اندازہ غلط ثابت ہوا تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا،

مجرم پھر بھی گرفت میں آ جائے گا۔"

"یہ کیسے ہو گا، تم کیا چاہتے ہو؟" اختر علی نے پوچھا۔

"میں کچھ لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنا چاہتا ہوں..... ٹھہریے! میں ابھی بندوبست کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے انیس خان کو فون کیا اور اسے چند ہدایات دیں۔ تین گھنٹے بعد وہ حویلی کے سب سے پہلے خریدار آغا نوازش علی، دوسرے خریدار شفیع الدولہ کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔

"آخر ہمیں یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟" آغا نوازش علی نے پریشان ہو کر کہا۔

"آپ سب اطمینان سے بیٹھ جائیں، پھر میں کچھ عرض کروں گا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور جب وہ بیٹھ گئے تو بولے:

"کیوں اختر علی صاحب..... آپ کو ان لوگوں میں سے کوئی جانا پہچانا آدمی تو نظر نہیں آتا؟"

"کیا مطلب! میں جانتا ہوں، یہ شفیع الدولہ ہیں حویلی کے موجودہ مالک، یہ آغا نوازش ہیں حویلی کے پہلے مالک۔" اختر علی نے حیران ہو کر کہا۔

"دراصل اس موقعے پر اگر آپ خود نہ آ جاتے، میں

www.urdufanz.com

آپ کو یا کسی اور بڑے افسر کو یہاں آنے کی تکلیف ضرور دیتا۔"

"بھئی تمہاری دونوں باتوں کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ذرا صاف صاف کہو۔"

"صاف صاف تو میں اب ساری بات کہوں گا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے کہ بیس سال پہلے یہاں کیا ہوا تھا۔ یعنی نواب اعجاز کریم صاحب پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا۔ وہ شدید زخمی ہو گئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا۔ ان کے ملازم شیفے نے یہ بیان دیا تھا کہ اس نے ان کے دوست اختر عابدی کو خنجر مارتے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بلکہ جب اس نے شور مچایا تو اس کے الفاظ سے گھبرا کر ہی اختر عابدی حویلی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ پولیس انہیں گرفتار نہ کر سکی اور ادھر نواب صاحب نے اپنی حویلی اور دوسری چیزیں بیچ دیں اور اپنے قاتل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اس طرح بیس سال گزر گئے۔ بیس سال بعد کہیں جا کر نواب صاحب اختر عابدی کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ لیکن اختر عابدی صاحب کا کہنا یہ تھا کہ حملہ انہوں نے ہرگز نہیں کیا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ معاملہ پولیس تک پہنچ جاتا۔ لیکن درمیان میں ٹپک

پڑے ہم۔ ہمیں اختر عابدی صاحب کے مکان میں آتش دان کے اوپر ایک تصویر لگی نظر آئی۔ یہ تصویر نواب صاحب کی تھی اور خود اختر عابدی صاحب نے اپنے ہاتھوں سے بنائی تھی۔ ہمیں پہلا خیال یہی آیا کہ اتنے پیار سے تصویر بنانے والا اس شخص کا قاتل نہیں ہو سکتا۔ آخر تفتیش کا دائرہ ہمیں یہاں کھینچ لایا۔ یہاں ہم سب سے پہلے انیس خان سے ملے۔ دارالحکومت میں بھی میں انیس خان سے فون پر بات کر چکا تھا اور شیفے کا پتا لگانے کی درخواست کر چکا تھا مگر انہوں نے بعد میں یہی اطلاع دی کہ شیفے کا کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔ یہاں آ کر ہم سب سے پہلے انیس خان سے ملے۔ پھر شفیع الدولہ سے اور اس کے بعد آغا نوازش علی صاحب سے ملنے گئے۔ ان سے ملاقات کے بعد جب ہم واپس روانہ ہوئے تو جنگل میں ہمیں گھیرنے کی کوشش کی گئی اور ہم پر فائرنگ بھی کی گئی۔ لیکن ہم ان کے دو ایک آدمیوں کو زخمی کرنے کے بعد گھیرے میں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے..... اور اب یہاں موجود ہیں۔ صاف ظاہر ہے، ہماری یہاں آمد سے صرف تین آدمی واقف تھے۔ نمبر ایک انیس خان، نمبر دو شفیع الدولہ اور نمبر تین آغا نوازش علی، لہٰذا میں دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ ان تین حضرات میں سے ایک وہی شخص

www.urdufanz.com

ہے جس نے بیس سال پہلے نواب اعجاز کریم پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور ان کے ہیرے اڑا لیے ہیں تو وہ پہلے ہی کامیاب ہو چکا ہوگا۔"

"یہ کیا، ان تینوں میں سے کوئی ایک مجرم کس طرح ہو سکتا ہے۔" سپرنٹنڈنٹ اختر علی کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا۔

"اس طرح کہ ان کے علاوہ کسی کو بھی ہمارے بارے میں معلوم نہیں تھا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن تم شیفے کو کیوں بھول رہے ہو؟" سپرنٹنڈنٹ اختر علی بولے۔

"اسے کہاں بھول رہا ہوں، اسے بھولنے کے بعد تو اس کیس میں کامیابی ممکن ہی نہیں تھی۔" انھوں نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے جو اندازے لگائے ہیں، ان کے مطابق شروع سے سناتا ہوں اور اس کے لیے بیس سال پہلے کے زمانے میں لوٹنا پڑے گا جب نواب اعجاز کریم حویلی کے مالک تھے اور ان کے دوست اختر عابدی ان کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ دونوں کا اس دنیا میں کوئی عزیز، کوئی رشتے دار نہیں تھا، دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے

تھے، ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے..... انھی دنوں کی بات ہے کہ حویلی کے دوسرے ملازموں کے علاوہ شیفے نامی ایک آدمی بھی حویلی میں ملازم ہو گیا۔ نواب اعجاز کریم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ شیفے دراصل ایک چور اچکا اور مجرم ذہن رکھنے والا آدمی ہے، اگر معلوم ہوتا تو شاید وہ اسے ملازم بھی نہ رکھتے۔ شیفے شریفانہ انداز میں دن گزارتا رہا، یہاں تک کہ وہ دوسرے ملازموں سے زیادہ مقبول ہو گیا۔ اس گھر کے ملازموں کا ہیڈ بن گیا۔ گھر کے تمام معاملات میں اس کا عمل دخل شروع ہو گیا۔ گھر کے بہت سے راز اسے معلوم ہو گئے، مثلاً یہ کہ نواب صاحب ہیرے کہاں رکھتے ہیں، چابیاں کہاں رکھتے ہیں، دراصل وہ حویلی میں ایک منصوبہ بنا کر آیا تھا۔ نواب اعجاز کریم کے ہیروں کے بارے میں اس نے بہت کچھ سن رکھا تھا، لیکن جب تک وہ اندرونی معلومات حاصل نہ کر لیتا، اس وقت تک ہیروں پر ہاتھ صاف نہیں کیا جا سکتا تھا، یہی وجہ تھی کہ اس نے ایک ملازم کا روپ دھارا۔ جب اسے ہیروں کی جگہ اور چابیوں کے بارے میں معلوم ہو گیا تو اسے ایک اور خیال سوجھا، یہ کہ اگر وہ ہیرے لے کر بھاگ نکلا تو پولیس اسے نہیں چھوڑے گی، ظاہر ہے کہ اس کے علاوہ کسی پر بھی شک

www.urdufanz.com

نہیں کیا جائے گا ، اگر بسیرے اڑانے کے بعد بھی حویلی میں موجود رہا ، تو پھر بھی پولیس اسے فوراً پہچان لے گی ، کیونکہ کئی بار کا سزا یافتہ تھا ، یہیں سے اس نے وہ خوفناک منصوبہ بنایا ۔ اختر عابدی صاحب اور نواب اعجاز کریم کے کمرے ساتھ ساتھ تھے ، اس نے سوچا ، رات کے وقت اگر نواب اعجاز کریم کی کمر میں خنجر گھونپ دیا جائے تو ان کے حلق سے نکلنے والی آواز سے اختر عابدی اپنے کمرے سے نکل کر فوراً اپنے دوست کے کمرے میں داخل ہو جائے گا اور سوچے سمجھے بغیر خنجر ہاتھ میں لے لے گا ، چنانچہ ہوا بھی یہی اور شیفے نے شور مچا دیا کہ نواب صاحب کو ان کے دوست نے قتل کر دیا ۔ اتفاق سے نواب صاحب خنجر مارنے والے کو دیکھ نہیں سکے تھے ، لہٰذا بچ جانے پر انہیں بھی یہی معلوم تھا کہ ان پر حملہ اختر عابدی نے کیا ہے ، چنانچہ یہ انتقام کی دھن میں سب کچھ بیچ باچ کر ان کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ، یہاں تک کہ بیس سال بعد انہیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے ۔ لیکن انہوں نے بتایا کہ قاتلانہ حملہ دراصل انہوں نے تو کیا ہی نہیں تھا ۔ اس سلسلے میں نواب اعجاز کریم نے شیفے کے بیان کا حوالہ دیا ، چنانچہ ہم نے انہیں خان صاحب سے شیفے کے بارے میں معلوم

کرانے کی کوشش کی ، لیکن انہوں نے اطلاع دی کہ شیفے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا ، اب ہمیں یہاں آنا پڑا ، سب سے پہلے ہم انہیں خان سے ملے ، انہیں خان کے ساتھ ہم حویلی میں شفیع الدولہ سے ملنے گئے ، حویلی کے دروازے پر موجود چوکیدار فضل دین انہیں خان کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔ جب کہ انہیں خان کا کہنا تھا کہ وہ حویلی میں پہلی مرتبہ آئے ہیں ۔ فضل دین کے بارے میں انہوں نے یہ بتایا کہ وہ جرائم پیشہ رہا ہے ، لیکن اب توبہ کر چکا ہے ، اس لیے انہیں جانتا ہے ۔ اندر ہم شفیع الدولہ صاحب سے ملے ۔ ان کے بعد آغا نوازش سے ملے ، آغا نوازش کے ایک ملازم کی زبانی معلوم ہوا کہ شیفہ تو کسی زمانے میں مجرمانہ کام کرتا رہا ہے ، اس سے گاؤں کا پتا بھی مل گیا ، گاؤں میں شیفے کی ماں نے بھی یہی اقرار کیا کہ وہ مجرمانہ زندگی گزارتا ہے ۔

آغا نوازش علی کے گھر سے واپسی پر جنگل میں ہم پر چاروں طرف سے حملہ کیا گیا ، ادھر ہوٹل میں نواب صاحب کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ، آخر یہ سب کس نے کیا ، ظاہر ہے صرف اور صرف ایک شخص نے اور اس کا نام ہے شیفہ ۔"

www.urdufanz.com

انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

"لیکن ابا جان! آپ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں، شفیعہ یہاں کہاں ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں، ان تین حضرات میں سے ایک شفیعہ ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو پھر بتاؤ نا، ان میں سے کون شفیعہ ہے، انیس خان کو تو میں بہت مدت سے جانتا ہوں، یہ ہرگز شفیعہ نہیں ہو سکتے، اس کے بعد رہ جاتے ہیں شفیع الدولہ اور آغا نوازش علی۔ ان دو میں سے شفیعہ کون ہے؟" اختر علی نے بے چینی سے پوچھا۔

"مسٹر شفیع الدولہ ہی شفیعہ ہے۔" انسپکٹر جمشید بھرپور انداز سے مسکرائے۔

"اوہ!!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"جی ہاں! بیس سال پہلے جو شفیعہ پتلا دبلا تھا، اب وہ اس قدر موٹا ہو گیا ہے کہ کسی کی پہچان میں نہیں آتا، جب آدمی کوئی کام نہ کرے اور صرف بیٹھ کر کھائے پیے اور دوسروں پر حکم چلائے تو وہ اسی طرح پھول کر کپا ہو جایا کرتا ہے۔ بہت سے فروخت کر کے اس نے عیش کی زندگی بسر کرنی شروع کر دی اور موٹا ہوتا چلا گیا، یہاں تک

کہ پہلے شفیعہ اور دوسرے شفیعہ میں زمین آسمان کا فرق پڑ گیا۔ انہی دنوں اس نے سنا کہ آغا نوازش علی حویلی فروخت کر رہا ہے، اس نے سوچا، کیوں نہ حویلی وہی خرید لے اور اس حویلی میں عیش کی زندگی بسر کرے جس میں وہ ملازم بن کر رہتا رہا ہے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ یہ حویلی خریدنے کے لیے پہنچ گیا۔ موٹاپے کی وجہ سے پہچان لیے جانے کا کوئی خوف اسے نہیں تھا اور اس طرح اس حویلی کا مالک بن گیا، اس موقعے پر مسٹر شفیع الدولہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب غلط ہے، اور وہ شفیعہ نہیں ہیں، لیکن چونکہ شفیعہ کا ریکارڈ یہاں کے پولیس اسٹیشنوں میں موجود ہے، اس لیے انکار کرنے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا اور جب ایک بار یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ شفیع الدولہ دراصل شفیعہ ہے تو اس کا صاف مطلب یہ نکل آتا ہے کہ نواب اعجاز کریم پر حملہ اختر عابدی نے نہیں، شفیعہ نے کیا تھا اگر آپ لوگ اس کے دونوں کانوں کو غور سے دیکھیں تو ان میں سے ایک دوسرے سے کسی قدر چھوٹا نظر آئے گا، کیوں مسٹر شفیع الدولہ کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ دراصل آپ شفیع الدولہ نہیں، شفیعہ ہیں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔

www.urdufanz.com

اور پھر سب کی نظریں شفیع الدولہ پر جم گئیں مگر اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا، اس کا تو رنگ ہی اُڑ گیا تھا، چہرہ اس طرح لٹک گیا تھا، جیسے وہ برسوں کا بیمار ہو۔ شاید یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بیس سال بعد بھی اس کے جرم پر سے پردہ اٹھ سکتا ہے۔

"ملزم نے کوئی جواب نہیں دیا، لہٰذا اسے حراست میں لے لیا جائے۔" سپرنٹنڈنٹ اختر علی نے انیس خان سے کہا۔

"جی بہتر!" انیس خان اٹھا اور کانسٹیبلوں کو بلانے چلا گیا، جو نیچے ہال میں موجود تھے۔ کیونکہ انسپکٹر جمشید نے اسے فون پر یہ ہدایت بھی کی تھی کہ کانسٹیبلوں کو لے کر وہاں آئے۔ جلد ہی وہ واپس لوٹا اور اس کے ساتھ اندر داخل ہونے والے کانسٹیبلوں نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

عین اسی وقت فرزانہ نے کہا:

"لیکن ابا جان! آپ کو اس پر شک کیسے ہوا؟"

"اچھا سوال ہے، جب ہم انیس خان کے ساتھ اس سے ملنے آئے تو خاکی لفافہ دیکھ کر مجھے شک گزرا تھا، ایسا ہی ایک لفافہ ہم نواب صاحب کے پاس دیکھ چکے

تھے۔ ظاہر ہے پرانے ملازموں کو ہی ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہاں رکھی ہیں۔ آغا نوازش علی نے حویلی میں رہتے ہوئے شاید ان لفافوں کو کبھی دیکھا بھی نہ ہوگا..... لیکن شاید تو گھر کے ایک ایک حصے سے باخبر تھا، پھر بھلا وہ کیوں گھر کی چیزیں استعمال نہ کرتا۔ پھر جب جنگل میں ہم پر حملہ ہوا تو وہاں میں نے ایک آدمی کی آواز سنی، اس کی آواز سنتے ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ ہم پر حملہ شفیع الدولہ نے کرایا ہے، لیکن ظاہر ہے شفیع الدولہ کو حملہ کرانے کی ضرورت نہیں تھی، چنانچہ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ شفیع الدولہ دراصل کون ہے۔" یہ کہہ کر وہ مسکراتے ہوئے خاموش ہو گئے۔

"آپ نے جنگل میں کس کی آواز سنی تھی؟" فاروق حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

"یہ تم خود مجھے بتاؤ گے، اپنی عقلوں کو استعمال کرو، تم نے اگرچہ وہ آواز نہیں سنی تھی، لیکن تمام حالات اس آدمی کی طرف خود بخود اشارہ کر رہے ہیں۔"

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے اور پھر محمود اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ اس نے انسپکٹر جمشید کے کان میں اس آدمی کا نام لیا تو وہ مسکرانے لگے۔ یہ دیکھ کر فاروق بھی اٹھا اور

www.urdufanz.com

اس نے بھی یہی کیا، اس بار بھی وہ مسکرائے، فرزانہ نے یہ دیکھ کر منہ بنایا اور اعلانیہ ہی آدمی کا نام لے دیا۔

"بالکل ٹھیک! تم بالکل ٹھیک نتیجے پر پہنچے، لہٰذا انیس خان صاحب اسے بھی گرفتار کرا لیں۔"

"جی بہتر۔" پھر کانسٹیبلوں کی طرف مڑا۔

"چلو بھئی شفیع الدولہ!" انیس خان نے کہا۔

شیفہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا، لیکن پھر انسپکٹر جمشید کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے:

"میرا خیال ہے، اس موقعے پر تم کچھ کہنا چاہتے ہو، لیکن کہہ نہیں رہے۔"

شیفہ چونک کر مڑا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کی بجلی کوند گئی:

"نہیں تو، بھلا میں کیا کہنا چاہوں گا، میرے پاس کہنے کے لیے رہ ہی کیا گیا ہے۔"

"بہت کچھ، تم چاہو تو ابھی ایک اور راز سے پردہ اٹھا سکتے ہو۔" وہ بولے۔

"میں سمجھا نہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"جو تم نے سوچا ہے، وہ نہیں ہوگا، انجان بنے رہنے سے کام نہیں چلے گا شیفہ، انیس خان کو ہمارے ساتھ

حویلی کی طرف آتے دیکھ کر فضل دین جس طرح چونکا تھا، وہ میں نے صاف دیکھ لیا تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ انیس خان حویلی میں آتے جاتے رہتے ہیں، حالانکہ انھوں نے یہ بتایا تھا کہ ایک زمانے سے..... حویلی کے اندر قدم نہیں رکھا، میں اسی وقت سوچ میں پڑ گیا تھا کہ آخر یہ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی، اندر داخل ہوتے تو انھوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں شیفے کو اشارہ کر دیا، میں نے یہ اشارہ بھی دیکھ لیا اور میں جان گیا کہ تم لوگوں کے درمیان کوئی خاص تعلق ہے اور اب میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ انیس خان کو بہت پہلے سے یہ بات معلوم ہے کہ شفیع الدولہ دراصل شیفہ ہے، اس بات سے میں یہ اندازہ لگا سکا ہوں کہ شیفے اور انیس خان نے یہ منصوبہ مل کر بنایا تھا۔"

"یہ غلط ہے!" انیس خان نے تڑپ کر کہا۔

"تو پھر درست کیا ہے؟ یہ تم خود بتا دو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"درست یہ ہے کہ میرا شیفے سے کوئی تعلق نہیں۔"

"تب پھر ہم تمہارے بینک کے حساب کتاب کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ تم نے کتنی دولت جمع کر رکھی ہے۔"

www.urdufanz.com

تمہاری تنخواہ کتنی ہے، تم پوری کی پوری تنخواہ بھی بچا لو تو کیا اتنی رقم بنکوں میں موجود ہو سکتی ہے، جتنی اس وقت ہے؟"

یہ الفاظ سن کر انیس خان کا رنگ اُڑ گیا، اس نے فوراً کہا:

"میں شفیقے کے منصوبے میں شامل نہیں تھا، جو کچھ ہوا تھا، اس کا مجھے بالکل بھی علم نہیں تھا۔ لیکن جب آغا نوازش علی سے شفیع الدولہ نے حویلی خریدی تو میں نے اسے دیکھا اور کانوں کی بنا پر پہچان لیا، میں اس سے ملا اور بتایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے، اور اب اسے گرفتار کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، یہ میرے پیروں میں گر گیا اور مجھے پانچ لاکھ روپے فوراً ادا کرنے کی پیشکش کی۔ اس کے علاوہ پانچ ہزار روپے ماہوار دینے کی بھی حامی بھری، میں لالچ میں آ گیا، اس کے جرم کو پوشیدہ رکھنے پر تیار ہو گیا... بس میرا جرم اتنا ہی ہے۔"

چلو خیر، یہی سہی، یہ جرم بھی کچھ کم نہیں، لہٰذا آج وہ کانسٹیبل جو تمہارے حکم پر اس شہر میں بیس سال تک لوگوں کو ہتھکڑیاں لگاتے رہے، اب خود تمہیں بھی ہتھکڑیاں لگائیں گے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے کانسٹیبلوں کو اشارہ کیا اور وہ حیران پریشان سے اس کی طرف بڑھنے لگے۔

"اور میں اپنے دوست سے معافی مانگتا ہوں، بیس سال تک میں انہیں اپنا مجرم خیال کرتا رہا۔" نواب اعجاز کریم بولے۔

"کوئی بات نہیں دوست، البتہ اب میری ایک درخواست ہے، پہلے میں غریب تھا، تمہارے پاس رہا کرتا تھا، لیکن اب خدا نے مجھے بہت کچھ دے دیا ہے، اب تم میرے ساتھ چل کر رہو گے۔"

"مجھے منظور ہے۔" نواب اعجاز کریم خوش ہو کر بولے۔

"اور اب آپ یہ بھی منظور کر لیں کہ ہمارا کام بھی ختم ہو گیا ہے، عام طور پر ہمیں جو معاملہ پیش آتا ہے، وہ اس قدر لمبائی اختیار نہیں کرتا، جھٹ پٹ ختم ہو جاتا ہے، جب کہ اس مرتبہ ہمیں تقریباً تین دن ہو گئے ہیں، اتنا ضرور کہوں گا، اگر ہم اختر عابدی صاحب کے ہاتھ کی بنی ہوئی نواب صاحب کی تصویر نہ دیکھ لیتے تو کبھی اختر عابدی کو بے گناہ خیال نہ کرتے اور معاملہ وہیں پولیس کے حوالے کر دیتے۔ گویا انہیں بچانے میں اس تصویر کا ہاتھ بھی ہے۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"تصویر کا ہاتھ — کمال ہے، اب تصویریں بھی ہاتھ دکھانے لگیں، پہلے تو کبھی ایسا نہیں سنا تھا، خدا جانے ابھی اور کیا کچھ سننا پڑے گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"بھئی اگر تم سننے کا ارادہ نہیں رکھتے تو اپنے کانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کرا لو، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" محمود مسکرایا۔

www.urdufanz.com

"اور اگر کانوں کے ساتھ زبان کو بھی بند کرا لو، تو یہ ہمارے لیے بہت ہی خوشی کی بات ہوگی۔" فرزانہ بھی بول اٹھی۔

"اگر میں نے ان دونوں چیزوں کو بند کرا بھی لیا تو پھر تم مطالبہ کرو گے، میں اپنی ناک کو بھی بند کروا دوں، پھر آنکھوں کی باری آئے گی، آخر میں کیا کچھ بند کراؤں گا، اس سے تو بہتر ہے، میں شیفے بہادر کے ساتھ سارا کا سارا ہی بند ہو جاتا ہوں۔"

فاروق کہتا چلا گیا اور ان کی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۲۶

خفیہ تحریر

مصنف: اشتیاق احمد

- یہ ناول پڑھتے وقت آپ دنیا بھر کے کاموں کو بھلا بیٹھیں گے۔
- خانو گھر میں داخل ہوا تو اس کی ماں نے اسے ایک خط دیا۔
- خط کس نے لکھا تھا۔
- خط لکھنے والا کیا چاہتا تھا۔
- خانو ایک خاص کام میں ماہر تھا۔
- آپ کے کردار مجرموں تک کیسے پہنچے۔
- ایک حیرتوں سے لبریز ناول۔
- ۲۰ ستمبر کو پڑھیے۔ قیمت: دس روپے۔

www.urdufanz.com

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود . فاروق . فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۲۷

نقاب کے پیچھے

مصنف : اشتیاق احمد

- ایک ایسے مجرم سے ملیے جو جیرال کا انتقام لینے آیا تھا —
- آپ اس کا نام سن کر چونک اٹھیں گے —
- سڑک پر عین اس وقت ایک بم پھینکا گیا جب ملک کے ایک مہمان وہاں سے گزر رہے تھے —
- بم کس قسم کا تھا —
- ایوانِ صدر میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ —
- اس ہولناک مجرم سے ملاقات آپ کو مدتوں یاد رہے گی —
- ہر قدم پر خطرات کا سامنا —
- ایک خوفناک مقابلہ —
- ۲۰ ستمبر کو پڑھیے — قیمت : دس روپے —

www.urdufanz.com

اشتیاق احمد

کے سنسنی خیز، ہنگامہ آرا، مزاح و مجسسوی

سے بھرپور ناول

اس ماہ کے ناول

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے

آئندہ ماہ کے ناول

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] روپے

اشتیاق پبلی کیشنز

۹/۱۲ نصیر آباد ۔ مکلم پورہ ۔ سانده کلاں، لاہور ۔ فون: ۳۲۱۵۳۷۱

برانچ آفس: بازار بوہاراں ۔ جھنگ صدر ۔ فون: ۳۲۹۵